جلد ۵ اپریل ۱۹۶۴ء شمارہ ۴

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ۶ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

اپریل ۱۹۶۴ء

خلافتِ ثانیہ کے کامیابیوں سے بھرپور پچاس درخشندہ سال

خدائی افضال و انعامات پر اظہارِ مسرت کا مومنانہ طریق

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہم جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ ہمارے رحمٰن و رحیم خدا نے، جو قادر بھی ہے اور کریم بھی، اپنی قدرت اور شانِ کریمی کے اظہار کے طور پر محض اپنے فضل اور احسان کے نتیجہ میں ہمیں یہ زمان اور یہ روزگار دیکھنے اور اپنے ایمانوں کو از سرِ نو تازہ کرنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔ اس زمان اور اس روزگارِ سعادت آثار کی خصوصیت یہ ہے کہ ۱۴ مارچ ۱۹۶۴ء کے تاریخی دن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزندِ دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کأنّ اللہ نزل من السماء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی موعودہ خلافت کے کامیابیوں اور کامرانیوں سے بھرپور دورِ خوشگوار کے پچاس سال پورے ہو کر اکیاونواں سال شروع ہو چکا ہے اور اب ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئندہ ملنے والی کامیابیوں اور کامرانیوں کے حق میں اسی اکیاونویں سالِ نیک فال کے ایامِ سعد میں سے گزر رہے ہیں۔ الحمد للہ ثمّ الحمد للہ۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

جب ہم حضور ایدہ اللہ کی موعودہ خلافت کے گزشتہ پچاس سالوں پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ قدم بہ قدم اور درجہ بدرجہ ملنے والی عظیم الشان کامیابیوں سے اس طرح بھرپور و معمور نظر آتے ہیں کہ جس طرح کرۂ ارض کے سمندر پانیوں سے لبریز ہیں۔

اِس دَورِ سعادت آثار کی ابتداء یہ تھی کہ جب ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بفضل اللہ تعالیٰ ۲۵ سال کی عمر میں سریر آرائے خلافت ہوئے تو جماعت کے وہ اکابر جنہیں اپنی لیاقت، اپنی وجاہت، اپنی دولت، اپنی ثروت، اپنے دبدبے، اپنے اقتدار، اپنے تجربہ اور اپنے اثر و رسوخ پر ناز تھا حضور کو ایک نوعمر بچّہ قرار دے کر جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ وہ جانے سے پہلے صدر انجمن کا خزانہ اِس طرح خالی کر گئے کہ اُس میں چند روپوں کے سوا جو انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے کچھ نہ تھا۔ چونکہ وہ قرآنِ مجید کے انگریزی ترجمہ اور تفسیری نوٹس سمیت سب کچھ سمیٹ کر اپنے ساتھ لئے جا رہے تھے اِس لئے انہوں نے بڑے تعلّی آمیز لہجے میں اُسی نخوت و تکبّر سے بھرپور ہو کر، جو خداوندِ ذوالجلال کو ہرگز پسند نہیں، کہا کہ (نعوذ باللہ) یہاں اُلّو بولیں گے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گا۔ بُرا ہو تعصب کا وہ یہ بھی بھول گئے کہ قادیان کی بستی جس کی وہ اہانت کر رہے ہیں وہی مقدس و مبارک بستی ہے جسے خدا نے اپنے الہام میں تخت گاہِ رسول قرار دیا ہے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول وہی مبارک و مقدّس درس گاہ ہے جسے مسیحِ پاک علیہ السلام نے دنیا میں غلبۂ اسلام کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے خدائی منشاء اور اِذن کے تحت قائم فرمایا ہے۔ اُن کی یہ تعلّی دماغوں کے نہاں خانوں اور فضا کی لہروں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی تا کہ خدا کے پیارے بندے محمود ایدہ اللہ الودود کے دَورِ خلافت میں جب اسلام کو چار دانگِ عالم میں عظیم الشان فتوحات حاصل ہوں تو خود اُن پر اپنی اِن تعلّیوں کی قلعی کھُل سکے۔ وہ خدائے قادر و توانا جس نے خود اپنے مسیحِ پاکؑ سے وعدہ کیا تھا کہ ع

کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا —— اُس نے فی الحقیقت اِس اندھیرے کو جس نے آج سے پچاس سال قبل خلافتِ ثانیہ کے آغاز میں ہی اسے آگھیرا تھا اپنے فضل سے دُور کر دیا۔ چنانچہ اُس خلیفۂ برحق کے ہاتھ پر، جسے اُن بڑوں نے جن کے لئے چھوٹا ہونا مقدّر تھا حقارت سے بچّہ کہہ کر ٹھکرا دیا تھا، جماعت کا سوادِ اعظم دیکھتے ہی دیکھتے پھر جمع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح کے حسن و احسان میں نظیر فرزند اور اولوالعزم خلیفہ کی آواز میں وہ اثر پیدا کر دکھایا کہ ساری جماعت یک جان و یک زبان ہو کر اُس کی ہر آواز پر لبّیک کہتی چلی گئی۔

اِس کے بعد بھی اندرونی اور بیرونی مخالفتوں، فتنوں، ابتلاؤں اور مشکلات و مصائب کے یکے بعد دیگرے طوفان اُٹھتے رہے اور خوفناک آندھیوں اور سیاہ بادلوں کے اندھیرے بار بار اِس مہ شبِ چہاردہم کو آ آ کر گھیرے میں لیتے رہے لیکن ہمارا صادق و وفادار خدا ہر بار ان اندھیروں کو دُور کر کے اُسکے نور کو فزوں سے فزوں تر کرتا چلا گیا حتّٰی کہ خدائی وعدوں کے عین مطابق وہ وقتِ موعود بھی آن پہنچا کہ جب یہ کرۂ ارض کے ایک بڑے حصے خشکی و تری پر نور برسا کر اسے بقعۂ نور بنانے لگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس اولوالعزم فرزندِ موعود نے اندرونی و بیرونی مخالفتوں کے طوفانوں اور دہکتی ہوئی بھٹیوں میں سے گزر کر خدائی تائید و نصرت

کے ماتحت دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کی راہ ہموار کی اور اس شان سے ہموار کی کہ آج جب اس کی موعودہ خلافت پر پچاس سال پورے ہو کر اکیاون واں سال شروع ہوا ہے تو دنیا کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔ پچاس سال قبل تک دنیا بھر میں عیسائی طاقتوں اور اُن کی آڑ میں عیسائی پادریوں اور مشنریوں کے دبدبہ و حکومت اور طنطنہ و مقدرت کا یہ عالم تھا کہ وہ دلائل کے میدان میں یکسر عاجز آجانے کے باوجود محض سیاسی اقتدار کے بل پر ساری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے اور اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینے پر تُلے ہوئے تھے۔ وہ بانگِ دہل یہ اعلان کر رہے تھے کہ دنیا کا آئندہ مذہب عیسائیت ہوگا۔ وہ کہہ رہے تھے اور ڈنکے کی چوٹ کہہ رہے تھے کہ انیسویں صدی میں عیسائیت کو جو فتوحات نصیب ہوئی ہیں اُن سے کہیں بڑھ کر فتوحات اسے بیسویں صدی میں ملنی مقدر ہیں وہ کہہ رہے تھے اور بڑے وثوق کے ساتھ باور کرا رہے تھے کہ اسلام ایک مشرقی مذہب ہے، یہ مغرب کی فضا میں سانس لے ہی نہیں سکتا، بفرضِ محال اسلام کا کوئی مبلّغ یورپ میں آ بھی جائے تو کوئی بھی اُس کی آواز پر کان دھرنے کے لئے تیار نہ ہوگا، بازاروں میں بچے اس پر کیچڑ اُچھالتے پھریں گے اور اسے یہاں سے بھاگتے ہی بن پڑے گی۔ اُن کی یہ تعلّیاں دھری کی دھری رہ گئیں اور آج اسلام ایشیا اور افریقہ میں ہی نہیں بلکہ یورپ میں بھی سُرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور پھیل بھی رہا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اِسی فرزندِ موعود کے قائم کردہ مشنوں اور اسی کے بھیجے ہوئے سرفروش مجاہدینِ اسلام کی مساعی کے نتیجہ میں۔

یہ ایک حقیقت ہے، ناقابلِ تردید اور محیّر العقول حقیقت، کہ جہاں آج سے پچاس سال قبل جماعت کی طرف سے بیرونی ممالک میں صرف ایک مشن قائم کرنے کی طرح پڑی تھی وہاں خلافتِ ثانیہ کے گزشتہ پچاس سال میں دنیا کے کم و بیش چالیس ملکوں میں اسلام کے ۱۵۶ تبلیغی مشن قائم ہو چکے ہیں جن میں وہاں کی مقامی جماعتوں کے مخلص نومسلموں کے علاوہ جو رضاکارانہ طور پر بڑے ذوق و شوق کے ساتھ خدمات بجا لاتے ہیں باقاعدہ ۱۶۱ انصارِ اسلام تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ اِن مشنوں کے قیام کی وجہ سے آج بیک وقت نئی دنیا میں سے شمالی امریکہ، ٹرینیڈاڈ اور برٹش گی آنا میں۔ یورپ میں سے انگلستان، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، سپین، سکنڈے نیویا اور جرمنی میں۔ افریقہ میں سے نائیجیریا، غانا، سیرالیون، لائبیریا، گیمبیا، آئیوری کوسٹ، ٹوگولینڈ، گینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا، جنوبی افریقہ اور ماریشس میں۔ مشرقِ وسطی میں سے فلسطین، لبنان، شام، مصر، عراق، عدن، کویت، بحرین اور دوبئی میں۔ ایشیا اور مشرقِ بعید میں سے سیلون، برما، سنگاپور، کوالالمپور، شمالی بورنیو، ہانگ کانگ، جاپان، جزائر فجی، انڈونیشیا اور فلپائن میں دینِ اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے۔ مشرق و مغرب کی قومیں خدائے واحد پر ایمان لا کر خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں

داخل ہوتی چلی جا رہی ہیں اور عشق و محبت کے بے پناہ جذبہ سے سرشار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہی ہیں۔ اِن سب میں سے اکثر ممالک میں مشن ہاؤسز کی عالی شان عمارتیں اور مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ اب تک جو مساجد تعمیر ہوئی ہیں ان کی تعداد تین سو ایک ۳۰۱ ہے۔ ان میں سے امریکہ میں تین ۳، یورپ میں پانچ ۵، افریقہ میں دو سو ستائیس ۲۲۷، مشرق وسطی میں ایک ۱ اور مشرق بعید میں پینسٹھ ۶۵ مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض مساجد اس قدر وسیع اور عالی شان ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر کئی کئی لاکھ روپے لاگت آئی ہے۔

دنیا کی پندرہ زبانوں میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ ہو چکا ہے۔ ان میں انگریزی، ڈچ، جرمن، ہسپانوی، پرتگالی، اطالوی، فرانسیسی، روسی، انڈونیشین، ملائی، گورمکھی، اور مشرقی افریقہ کی زبانیں سواحیلی، ککامبہ، لگوانڈا اور لوو شامل ہیں۔ ان پندرہ زبانوں میں سے لاکھوں روپوں کے مصارفِ کثیر سے انگریزی، ڈچ، جرمن، اور سواحیلی ترجمے ہزاروں ہزار کی تعداد میں شائع ہو کر متعلقہ ممالک کے طول و عرض میں پھیلائے جا چکے ہیں۔ فرانسیسی ترجمہ نظر ثانی کے آخری مراحل میں سے گزر رہا ہے جس کے مکمل ہوتے ہی اسے طباعت کیلئے پریس میں دیدیا جائے گا۔ باقی دس تراجم کو بھی حسبِ گنجائش باری باری طبع کرانے کا پروگرام زیرِ غور ہے۔

اِن پندرہ زبانوں کے علاوہ جن میں پورے قرآن مجید کے تراجم بفضلہ تعالیٰ ہو چکے ہیں آجکل یورپ اور افریقہ کی چار مزید زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کرائے جا رہے ہیں اور پاروں کی شکل میں ساتھ کے ساتھ انہیں شائع بھی کیا جا رہا ہے۔ ان میں ڈنمارک کی زبان ڈینش، سیرالیون کی زبان مینڈی، نائیجیریا کی زبان یوروبا اور یوگنڈا کی زبان لوگنڈا شامل ہیں۔ ان میں سے ڈینش زبان میں بیس ۲۰ پاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے جن میں سے سات پارے طبع بھی ہو گئے ہیں۔ مینڈی میں بھی بیس پاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے لیکن ابھی پہلا پارہ ہی طبع ہو کر منظرِ عام پر آیا ہے۔ یوروبا میں بھی ابھی ایک ہی پارہ طبع ہوا ہے۔ لوگنڈا میں پہلے پانچ پارے آجکل زیرِ اشاعت ہیں۔ علاوہ ازیں غانا کی مشہور زبان فینٹی میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ اِس طرح دنیا کی اُن زبانوں کی مجموعی تعداد جن میں قرآن مجید کا ترجمہ یا تو مکمل ہو چکا ہے یا شروع کر دیا گیا ہے بیس ۲۰ بن جاتی ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کا ایک معقول حصہ اور سلسلہ کی بعض دیگر کتب، انگریزی، فرانسیسی اور عربی وغیرہ زبانوں میں منتقل ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ نیز بیرونی ممالک کے احمدیہ مشنوں کی طرف سے دنیا کی مختلف زبانوں میں تئیس ۲۳ اخبارات و رسائل شائع ہو رہے ہیں اور ان میں سے اکثر کو اپنے اپنے ملک میں واحد اسلامی اخبار کی حیثیت حاصل ہے۔

پھر ایشیا اور افریقہ کے مختلف ممالک میں تعلیمی اور طبی میدانوں میں بھی عیسائیت کا مقابلہ کرنے اور اُس کے اِس سحر کو بھی باطل کر دکھانے کے لئے خلافتِ ثانیہ کے مبارک دَور میں ایک اہم قدم یہ اٹھایا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

انصار اللہ

اپریل سنہ ۱۹۶۴ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:۔ چھ روپے ☆ فی پرچہ:۔ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر :- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"

دار الصدر جنوبی — ربوہ

ہے کہ وہاں اسلامی مدارس اور ڈسپنسریاں قائم کر کے مسلمانوں کی نئی نسلوں کو عیسائیت کے چنگل سے چھڑانے اور آئندہ کے لئے انہیں اس کے چنگل میں پھنسنے سے محفوظ کرنے کا خاطر خواہ انتظام کیا جا رہا ہے چنانچہ اس وقت تک ایسے ۵۲ مدارس قائم ہو چکے ہیں۔ ان میں سے بعض سیکنڈری سکول بھی ہیں جن میں اعلیٰ پیمانے پر دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی پورا پورا انتظام ہے۔ اسلام کے تبلیغی مشنز تو خلافتِ ثانیہ کے اوائل میں ہی قائم ہونے شروع ہو گئے تھے اور اُس وقت سے اب تک اطراف و جوانبِ عالم میں ۱۵۶ مشن قائم ہو چکے ہیں تاہم میڈیکل مشنز کی چند سال پیشتر ہی ابتداء کی گئی ہے۔ اب تک تین میڈیکل مشنز قائم ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک مشن سیرالیون میں ہے اور دو مشن نائیجیریا میں کھولے گئے ہیں۔ اِن سب مشنوں میں باقاعدہ تجربہ کار اور سند یافتہ ڈاکٹر کام کر رہے ہیں۔

یہ مختصر سا خاکہ ہے اُن عظیم الشان تبلیغی کارناموں کا جو گزشتہ پچاس سال کے اندر اندر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہٗ نے اپنی موعودہ خلافت کے پہلے پچاس سال میں انجام دیئے ہیں اور جن سے دنیائے عیسائیت میں ایک تہلکہ مچ گیا ہے۔ وہاں کے کلیسیائی حلقے مغرب میں اسلام کی روزافزوں ترقی اور علی الخصوص افریقہ میں اسلام کے بالمقابل عیسائیت کی عبرتناک شکست پر سخت پریشان و مضطرب ہیں اور وہ پکار پکار کر چرچ کو آنیوالے خطرہ سے آگاہ کر رہے ہیں اور وہ "خطرہ" اُن کے اپنے خیال کے مطابق یہی ہے کہ دنیا کا آئندہ مذہب عیسائیت نہیں بلکہ اسلام ہوگا وہی اسلام جس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی خاطر انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا تھا اور اپنی گزشتہ صدی کی حوصلہ افزا کامیابیوں پر ہوائی قلعے تعمیر کر کے اگلی صدی کے اندر اندر ساری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش کرنے کی پیشگوئی بھی کر دی تھی اور یہاں تک ڈینگ ہانکنے سے بھی دریغ نہ کیا تھا کہ نعوذ باللہ وہ دن دُور نہیں ہے جب صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی مکّہ تک جا پہنچے گی اور ان کا خداوند یسوع اپنے شاگردوں کی شکل میں خاص حرم کعبہ میں داخل ہو کر وہاں اپنے نام کی منادی کرے گا۔ آج خود دنیائے عیسائیت کے کلیسیائی حلقوں کی طرف سے عیسائیت کی ناکامی اور اسلام کی روزافزوں ترقی پر جس حسرت و یاس کا اظہار کیا جا رہا ہے وہ اِس حقیقت پر زندہ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج سے ۸۰ سال قبل جو یہ عظیم الشان بشارت دی تھی کہ مصلح موعود کے ذریعہ اسلام چاردانگِ عالم میں پھیل کر زمین کے کناروں تک جا پہنچے گا وہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجودِ باجود میں لفظ بلفظ پوری ہو چکی ہے۔ آج کون کہہ سکتا ہے کہ حسب پیشگوئی حضور ایدہ اللہ نے زمین کے کناروں تک شہرت نہیں پائی۔ کون کہہ سکتا ہے حضور ایدہ اللہ کا وجود گزشتہ پچاس سال کے عرصہ میں لاتعداد اسیروں کی رستگاری کا موجب نہیں بنا۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ آج کالی اور گوری، زرد اور گندم گوں ہر رنگ اور ہر نسل کی قومیں حضور سے برکت حاصل نہیں کر رہیں۔

یہ وہ زندہ اور مُنہ بولتے حقائق ہیں جن سے کسی کو بھی انکار کی گنجائش نہیں۔ آفتابِ نصف النہار کی طرح ایک زمانہ ان کا قائل و معترف ہے۔

پھر تبلیغِ اسلام کے ضمن میں حضور کی یہ محیرّ العقول اور عظیم الشان خدمات حضور کے مختلف النوع اور گوناگوں کارناموں کے صرف ایک پہلو کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر حضور کے تمام کارناموں اور خدمات کا احاطہ کرنا مقصود ہو تو اس کے لئے بڑی بڑی ضخیم تصانیف بھی یقیناً ناکافی ہوں گی۔ اِس مختصر سے مضمون میں ان کا احاطہ ناممکن ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی موعودہ خلافت پر اِس قدر عظیم الشان کامیابیوں اور کامرانیوں سے بھرپور پچاس درخشندہ سال پورے ہو کر اکیاون ویں سال کا شروع ہونا تاریخ کا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ یہ ایک عظیم الشان خدائی نشان اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی صداقت کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے کیونکہ پیشگوئی مصلح موعود ہی خود یہ صراحت موجود ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا وہ اولوالعزم فرزندِ موعود جو اس پیشگوئی کا مصداق ہے دراز عمر پائے گا اور اس کی خلافت کا زمانہ بہت طویل ہوگا۔ پیشگوئی مذکورہ میں مصلح موعود کی طرف جن عظیم الشان کارناموں کی انجام دہی منسوب کی گئی ہے وہ دو چار یا دس بیس سال میں انجام پذیر ہونے ممکن نہ تھے۔ اگر دیکھا جائے تو وہ کارنامے ہمہ گیر نوعیت اور عالمگیر تغیرات کے حامل ہیں اور اِس امر کو مستلزم ہیں کہ مصلح موعود نہ صرف زندہ رہے گا بلکہ اسے دراز عمر عطا کی جائے گی اور اس کی امامت و خلافت کا زمانہ بہت طویل ہوگا۔ چونکہ پیشگوئی میں مذکورہ کارناموں کی انجام دہی طویل عمر اور دراز سے دراز تر عرصۂ خلافت کی متقاضی تھی اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کے متعلق خدا سے یہ دعا مانگی کہ:۔

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا — دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا

دن ہوں مُرادوں والے پُر نور ہو سویرا

یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یّرانی

حضور علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور خدا تعالیٰ نے خود آپ کو اس کی قبولیت کی بشارت دی۔ چنانچہ حضورؑ اپنی اس دعا کے جواب میں ملنے والی اِس خاص بشارت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی

فسبحان الّذی اخزی الاعادی

آج جبکہ حضور ایدہ اللہ کی موعودہ خلافت پر پچاس سال پورے ہو کر اکیاون واں سال اِس حال میں شروع ہؤا ہے کہ فی الواقعہ خدا نے حضور کے ذریعہ ایک عالم کو پھیر کر دکھا دیا ہے ، ہمارے دل اِس عظیم الشان خدائی نشان کے ظہور پر بے حد مسرور ہیں اور بجا طور پر مسرور ہیں۔ ایک اتنا اہم اور عظیم الشان نشان جس کے نتیجہ میں اسلام انتہائی ضعف کی حالت کو پہنچنے کے بعد از سرِ نو عیسائیت کو شکست دے کر دنیا کے کونے کونے میں غالب آتا جا رہا ہے اور اُس کی اِس پیشقدمی پر پچاس سال پورے ہو کر اکیاون ویں سال کا آغاز ہو چکا ہے ہماری روحوں کو ایک نئی جِلاء اور ایمانوں کو ایک نئی تازگی بخشنے کا موجب ہے۔ بھلا اِس کے مہتم بالشان ظہور پر ہم کیوں خوش نہ ہوں اور خوشی کیوں نہ منائیں۔

اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بابرکت و پُرمسرّت موقع پر ہمارا خوش ہونا اور خوشی منانے کا اہتمام کرنا برمحل اور برحق ہونے کے باعث جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے لیکن اپنی خوش نصیبی پر خوشی کے اِس عالم میں ہمیں یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ہماری خوشی بہرحال اور بہر طور مومنوں والی خوشی ہو یعنی ہماری خوشی اغیار کے تتبع سے پاک ہو اور اس میں اُس خوشی کی کوئی ملونی نہ ہو جسے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کافروں کے ساتھ مختص کیا ہے اور صاف فرمایا ہے کہ :-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ٥ (القصص آیت ۷۷)	اللہ تعالیٰ خوشی سے اترانے والوں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری کامل رہنمائی کے لیئے مومن اور کافر کی خوشی کے باہمی فرق کو بڑی خوبی سے واضح فرما دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ مومن کسی کامیابی یا انعام کے حاصل ہونے پر کس طرح خوشی مناتا ہے اور برخلاف اس کے کافر کا خوشی منانے کا طریق کیا ہوتا ہے۔ ہمارے لئے از بس ضروری ہے کہ ہم خدائی وعدوں کے عین مطابق خلافتِ ثانیہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہونے کی بابرکت تقریب پر حضور علیہ السلام کے اِن ارشادات کو خاص طور پر مدِّنظر رکھیں تا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خوشی مناتے مناتے جادۂ مستقیم سے بھٹک کر ایسی راہ پر گامزن ہو جائیں کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ کے مصداق ٹھہریں۔ حضور علیہ السلام مومن اور کافر کی خوشی کے باہمی فرق کو واضح کرتے ہوئے نہایت درجہ تاکید کے رنگ میں فرماتے ہیں :-

"اِس اصول کو ہمیشہ مدِّنظر رکھو۔ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کامیابی پر جو اسے دی جاتی ہے شرمندہ ہوتا ہے اور خدا کی حمد کرتا ہے کہ اس نے اپنا فضل کیا اور اِس طرح پر وہ قدم آگے رکھتا ہے اور ہر ابتلاء میں ثابت قدم رہ کر ایمان پاتا

ہے ۔ بظاہر ایک ہندو اور مومن کی کامیابی ایک رنگ میں مشابہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھو کہ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مومن کی کامیابی سے اس کے لئے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے ۔ کافر کی کامیابی اس لئے ضلالت کی طرف لے جاتی ہے کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ اپنی محنت، دانش اور قابلیت کو خدا بنا لیتا ہے ۔ مگر مومن خدا کی طرف رجوع کر کے خدا سے ایک نیا تعارف پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر ہر ایک کامیابی کے بعد اس کا خدا سے ایک نیا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ہونے لگتی ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا یعنی خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں ۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف میں تقویٰ کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے ۔ اس کے معنی پہلے لفظ سے کئے جاتے ہیں ۔ یہاں مَعَ کا لفظ آیا ہے ۔ یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے خدا اس کو مقدم رکھتا ہے اور دنیا میں ہر قسم کی ذلتوں سے بچا لیتا ہے ۔ میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنا چاہے تو اس کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ متقی بن جائے ۔ پھر اس کو کسی چیز کی کمی نہیں ۔ پس مومن کی کامیابیاں اس کو آگے لے جاتی ہیں، وہ وہیں پر نہیں ٹھہر جاتا ۔

اکثر لوگوں کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں کہ اوائل میں دنیا سے تعلق رکھتے تھے اور شدید تعلق رکھتے تھے لیکن انہوں نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی ۔ اس کے بعد ان کی حالت ہی بدل گئی ۔ اس لئے اپنی دعاؤں کی قبولیت اور کامیابیوں پر نازاں نہ ہو بلکہ خدا کے فضل اور عنایت کی قدر کرو ۔ قاعدہ ہے کہ کامیابی پر ہمت اور حوصلہ میں ایک نئی زندگی آجاتی ہے ۔ اس زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرنی چاہیئے کیونکہ سب سے اعلیٰ درجہ کی بات جو کام آنے والی ہے وہ یہی معرفتِ الٰہی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے ..... غرض اگر اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ سے کام پڑتا ہے تو تقویٰ کا طریق اختیار کرو ۔ مبارک وہ ہے جو کامیابی اور خوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرے اور بد قسمت وہ ہے جو ٹھوکر کھا کر اس کی طرف نہ جھکے ۔" (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء)

حضور علیہ السلام کے اس انتہائی اہم اور تاکیدی ارشاد کی روشنی میں خلافتِ ثانیہ کے پچاس سال پورے ہو کر اکیاونواں سال شروع ہونے پر ہمارا اظہارِ مسرت برمحل اور برحق ضرور ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی

ضروری اور لازمی ہے کہ ہمارا مسرت کا اظہار جس رنگ کا بھی ہو وہ بہرحال ایسا ہونا چاہیئے کہ اُس کے نتیجہ میں ہم اظہارِ تشکر کے طور پر خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے اُس کی راہ میں آگے قدم رکھنے والے ہوں اور تقویٰ کا طریق اختیار کر کے خدا تعالیٰ کے افضال و انعامات پر غور کرنے والے ہوں تاکہ ہم معرفتِ الٰہی میں پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر کے اور بھی زیادہ افضال و انعامات کے مورد بنیں اور ہم اُسی کی دی ہوئی توفیق سے حضور ایدہ اللہ کی زیرِ قیادت بالآخر اسلام کو پورے کرۂ ارض پر غالب کر دکھانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اور اگر خدانخواستہ ہمارا خوش ہونا اور خوشی منانا اِس نوعیت کا ہے کہ اس کے نتیجہ میں ہم تقویٰ اور معرفتِ الٰہی میں ترقی نہیں کرتے، سچ مچ خدا تعالیٰ سے ہمارا ایک نیا تعارف اور تعلق پیدا نہیں ہوتا اور ہم میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہونے نہیں لگتی یعنی ہم غیر مسلموں کی طرح محض ظاہری رنگ میں خوش ہونے اور خوشی منانے پر ہی اکتفا کر بیٹھتے ہیں تو پھر ہماری خوشی اور کافروں کی خوشی میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ خوشی کے ایسے اظہار سے ہمیں پناہ مانگنی چاہیئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے کافروں کو اُن کی ایسی خوشی کے بُرے انجام سے ڈرایا ہے جیسا کہ فرمایا:-

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ۚ
اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝
(المؤمن آیت ۷۶، ۷۷)

یہ سزا اِس لئے ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے۔ اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم خوشی سے اتراتے تھے۔ اب (جاکر) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ (کیونکہ تمہارے لئے فیصلہ ہو چکا ہے کہ) تم اس میں رہتے چلے جاؤ گے اور متکبروں کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔

در اصل، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح فرمایا ہے، بڑی سے بڑی کامیابی اور ترقی پر بھی مؤمن کا اظہارِ خوشی یہی ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے اُس کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ اُس کی حمد و ثناء میں اپنے دن اور اپنی راتیں بسر کرنے لگتا ہے۔ ایسے پُر مسرت موقع پر وہ خدا تعالیٰ سے ایک نیا تعارف پیدا کرنے کے لئے اپنے اِس عہد کی اور زیادہ عزم کے ساتھ تجدید کرتا ہے کہ وہ اُس کے دین کی سربلندی اور غلبہ کے لئے پہلے سے بھی بڑھ کر قربانیاں پیش کرتا چلا جائے گا اور اپنے قدم کو کبھی اور کسی حال میں بھی پیچھے نہیں ہٹائے گا۔ طبعی جذبہ کے ماتحت ظاہری خوشی کے ساتھ ساتھ اظہارِ مسرت کا یہی وہ اصل اور حقیقی طریق ہے جسے خلافتِ ثانیہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہونے کی بابرکت تقریب پر ہمیں اختیار کر کے اپنا قدم آگے بڑھانا چاہیئے۔

اب چونکہ خلافتِ ثانیہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہوکر اکیاونواں سال شروع ہوا ہے اور ان پچاس سالوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر معمولی تائید و نصرت کا نہایت درجہ مہتم بالشان اظہار فرمایا ہے اور خلافت کی برکات سے ہمیں ایسے رنگ میں متمتع فرمایا ہے کہ جو اپنے رنگ میں لاثانی اور بے نظیر ہے اس لئے اظہارِ تشکّر کے طور پر آج ہمارے لئے سب سے اوّل اور سب سے مقدّم جس عہد کی تجدید ضروری ہے وہ وہی مقدّس عہد ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۲۴ر جنوری ۱۹۶۰ء کو جماعتِ احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کے تمام افراد کو کھڑا کر کے لیا تھا۔ وہ ہے اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جانے کا عہد اور وہ ہے نظامِ خلافت کی حفاظت اور استحکام کے لئے آخر دم تک جد وجہد کرنے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے چلے جانے کا عہد۔ اِس میں شک نہیں خلافتِ ثانیہ کا دَور بہت مقدّس و مبارک اور اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت کے پیہم ظہور کا دَور ہے اور ہماری دلی تمنّا اور دعا یہی ہے کہ وہ اِس دَور کو دراز سے دراز تر کرتا چلا جائے اور ہم خدائی وعدوں کے پیشِ نظر یہی توقع رکھتے ہیں کہ ہمارا قادر و قدّوس اور ارحم الراحمین خدا ایسا ہی کرے گا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ یہ مقدّس و بابرکت دَور کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو بہرحال خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ ازلی ابدی قانونِ قدرت کے مطابق زمانی اعتبار سے محدود ہی ہوگا۔ اصل اور بنیادی چیز قدرتِ ثانیہ یعنی خلافت کا آسمانی نظام ہے جس نے مسیحِ پاک علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے بموجب قیامت تک جاری رہنا ہے۔ اِس لئے نظامِ خلافت اور اس کے استحکام کے لئے جد وجہد کے عہد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اِس کے ذریعہ سے خلافتِ ثانیہ کی غیر معمولی اور عظیم الشان برکات قیامت تک ممتد ہوتی چلی جائیں گی اِس لئے ہمیں خلافتِ ثانیہ کے قیام پر پچاس سال گذرنے کی بابرکت تقریب کے موقع پر اپنے اس عہد کی ازسرِ نو تجدید کرکے تقویٰ و طہارت اور خدا تعالیٰ کی معرفت میں اَور زیادہ ترقی کرنی چاہیئے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کی تائید و نصرت اور اُس کے افضال و انعامات کے نسلاً بعد نسلٍ مورد بنے رہیں۔

ہمارے اِس مقدّس عہد کے الفاظ یہ ہیں :-

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اِس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اِس مقدّس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اُس کے رسولؐ کے لئے وقف رکھیں گے

اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اُس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اللّٰھمّ اٰمین۔ اللّٰھمّ اٰمین۔ اللّٰھمّ اٰمین"

(الفضل ۱۲ر فروری ۱۹۶۰ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بارہا فرمایا ہے کہ ہماری عظیم الشان کامیابیوں کا راز نظامِ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے اور اسے مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جانے میں ہی مضمر ہے۔ اگر ہم نظامِ خلافت کے ساتھ وابستہ نہ ہوتے تو تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا جو عظیم الشان کارنامہ حضور نے گزشتہ پچاس سال میں سرانجام دیا ہے اس میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہوتا اور ہم بھی دوسروں کی طرح پراگندگی کا شکار ہو کر اس عظیم الشان جدوجہد میں شمولیت کی غیر معمولی سعادت سے محروم رہتے۔ پس آج جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے عین مطابق خلافتِ ثانیہ کے پچاس سال پورے ہو کر اکیاونواں سال شروع ہونے کی پُرمسرت تقریب سے ہمارے دلوں کو شادکام فرمایا ہے ہمارا اوّلین فرض یہ ہے کہ ہم اس بابرکت موقع پر اظہارِ مسرت کے مومنانہ طریق کو اختیار کرتے ہوئے نظامِ خلافت کی حفاظت اور مضبوطی کے اس عہد کی پورے جذبہ و جوش اور عزم و ہمت کے ساتھ ایک بار پھر تجدید کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر گڑگڑا گڑگڑا کر اُسی سے دعائیں مانگیں کہ وہ ہمیں اپنے اس عہد کو نبھاتے اور نسلاً بعد نسلٍ نبھاتے چلے جانے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔

پس ہم اس پُرمسرت و بابرکت موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اُس کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنی یہ دلی تمنا پیش کرتے ہیں کہ اے ہمارے رحمٰن و رحیم اور صادق الوعد خدا! تو خلافتِ ثانیہ کے اس مقدس و بابرکت دَور کو جس کی عظیم الشان برکات سے ہم پچاس سال سے متمتع ہوتے چلے آرہے ہیں دراز سے دراز تر فرما اور ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کو جن کے مقدس وجود کی برکت کے اظہار کے طور پر تو نے سچ مچ ایک عالم کو پھیر کر دکھا دیا ہے شفائے کامل و عاجل عطا فرما اور صحت و عافیت کے ساتھ کام والی لمبی زندگی بخش تاکہ ہم حضور ایدہ اللہ کی قیادت میں حضور کے قدم بہ قدم اور شانہ بشانہ ترقیات کے میدان میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں یہاں تک کہ اسلام کے پورے طور پر غالب آجانے سے سرورِ کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بیک وقت پورے کرۂ ارض پر لہرانے لگے۔

اے قادر و توانا، ذوالمجد والعطاء واحد و لاشریک اللہ! تو ہمیں اپنے اِس مقدس عہد کو نبھانے کی خود ہی توفیق عطا فرما کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں تاکہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے۔ انت الموفق والمستعان۔ اے خدا تو ایسا ہی کر! +

خلافت کی ضرورت اور اس کی اہمیّت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔" (شہادۃ القرآن صفحہ ۵۷)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جو لوگ اسلام کی زندگی مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے

کامیاب وہی لوگ ہونگے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں

ترقی کی ایک ہی راہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان پیدا کریں!

۲۶ردسمبر ۱۹۰۵ء کو نواب عماد الملک فتح نواز جنگ سید مہدی حسین صاحب بادایٹ لاء سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بڑے شوق اور اخلاص سے حاضر ہوئے حضور ؑ نے ان کو مخاطب کر کے جو بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے حضور ؑ نے اس تقریر دلپذیر میں اس امر پہ بہت مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی ہے کہ مسلمان دنیا میں کس طرح ترقی کر سکتے ہیں ــــــ (ادارہ)

"جیسے اللہ تعالیٰ باوجود آشکارا ہونے کے مخفی اور نہاں در نہاں ہے اور اس لئے الغیب بھی اُس کا نام ہے اسی طرح ایمان بالغیب بھی ایک چیز ہے جو گو مخفی ہوتا ہے مگر عامل کی عملی حالت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ایمان بالغیب بہت کمزور حالت میں ہے۔ اگر خدا پر ایمان ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں وہ صدق وحق کی تلاش اور پیاس نہیں پائی جاتی جو ایمان کا خاصہ ہے۔

خدا کی راہ میں سختی کا برداشت کرنا، مصائب اور مشکلات کے جھیلنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جانا ایمانی تحریک ہی سے ہوتا ہے۔ ایمان ایک قوّت ہے جو سچّی شجاعت اور ہمّت انسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ہوئے تو وہ کونسی بات تھی جس نے باور کرایا کہ اس طرح یہ ایک بیکس ناتوان انسان کے ساتھ ہو جانے سے ہم کو کوئی ثواب ملے گا۔ ظاہری آنکھ تو اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنالیا ہے جس کا نتیجہ صریح یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ چکنا چُور کر ڈالے گا اور اسی طرح یہ ہم ضائع ہو جائیں گے۔ مگر کوئی اور آنکھ بھی تھی جس نے ان مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا اور اس راہ میں مرجانا ان کی نگاہ میں ایک راحت اور سرور کا موجب تھا۔ اس نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں در نہاں اور بہت ہی دور رہا۔ وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوّت تھی جو ان ساری تکلیفوں اور دکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی۔ آخر ایمان ہی غالب آیا اور ایمان نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جس پر ہنستے تھے جس کو ناتواں اور بیکس کہتے تھے اُس نے اس ایمان کے ذریعہ اُن کو کہاں پہنچا دیا۔ وہ ثواب اور اجر جو پہلے مخفی تھا پھر ایسا آشکارا ہوا کہ اس کو دنیا نے دیکھا اور محسوس کیا کہ ہاں یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ ایمان کی بدولت وہ جماعت صحابہؓ کی نہ تھکی اور نہ ماندہ ہوئی بلکہ قوّتِ ایمانی کی تحریک سے بڑے بڑے عظیم الشان کام کر دکھائے اور پھر بھی کہا تو یہی کہا کہ جو حق کرنے کا تھا نہیں کیا۔ ایمان نے اُن کو وہ قوّت عطا کی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مر کا دینا اور جانوں کا قربان کر دینا ایک ادنیٰ اسی بات تھی .....

مَیں صحابہ کی حالت کو نظیر کے طور پر پیش کر کے کہتا ہوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر اپنی عملی حالت میں دکھایا کہ وہ خدا جو غیب الغیب ہستی ہے اور جو باطل پرست مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ اور نہاں ہے اُنہوں نے اپنی آنکھ ہاں آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ ورنہ بتاؤ تو سہی کہ وہ کیا بات تھی جس نے ان کو ذرا بھی پرواہ نہیں ہونے دی کہ قوم چھوڑی، ملک چھوڑا، جائیدادیں چھوڑیں، احباب اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کیا۔ وہ صرف خدا ہی پہ بھروسہ تھا۔ اور ایک خدا پر بھروسہ کر کے انہوں نے وہ کر کے دکھایا کہ اگر تاریخ کی ورق گردانی کریں تو انسان حیرت اور تعجب سے بھر جاتا ہے۔ ایمان تھا اور صرف ایمان اور کچھ نہ تھا۔ ورنہ بالمقابل دنیا داروں کے منصوبے اور تدبیریں اور پوری کوششیں اور سرگرمیاں تھیں۔ وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کی تعداد، جماعت، دولت، سب کچھ زیادہ تھا مگر ایمان نہ تھا اور صرف ایمان ہی کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے اور کامیابی کی صورت نہ دیکھ سکے۔ مگر صحابہؓ نے ایمانی قوّت سے سب کو جیت لیا۔ جب اُسؐ نے کہا کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں یہ سنتے ہی ساتھ ہو گئے اور پھر دیوانوں کی طرح اُسؐ کے پیچھے چلے۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ وہ صرف ایک ہی بات تھی جس نے ان کی یہ حالت بنا دی اور وہ ایمان تھا۔ یاد رکھو خدا پر ایمان بڑی چیز ہے۔

انگریزی اور مغربی قومیں دنیا کی تلاش اور خواہش میں لگی ہوئی ہیں۔ ابتداء میں ایک موہوم اور خیالی

امید پر کام شروع کرتے ہیں، سینکڑوں جانیں ضائع ہوتی ہیں، ہزاروں لاکھوں روپے برباد ہوتے ہیں، آخر ایک بات پا ہی لیتے ہیں۔ پھر کس قدر افسوس اور تعجب اُن پر ہے جو کہتے ہیں خدا نہیں مل سکتا۔ کس نے مجاہدہ اور سعی کی اور پھر خدا کو نہیں پایا؟ خدا تو ملتا ہے اور بہت جلد ملتا ہے لیکن اُس کے پانے والے کہاں ؟؟؟

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ خدا نہیں ہے تو یہ بڑی بیہودہ بات ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی نادانی اور بے وقوفی نہیں ہے جو خدا کا انکار کیا جائے۔ دنیا میں دو گواہوں کے کہنے سے عدالت ڈگری دے دیتی ہے، چند گواہوں کے بیان پر جان جیسی عزیز چیز کے خلاف عدالت فتویٰ دیدیتی ہے اور پھانسی پر لٹکا دیتی ہے حالانکہ شہادتوں میں جعل اور سازش کا اندیشہ ہی نہیں یقین ہوتا ہے۔ لیکن خدا کے متعلق ہزاروں لاکھوں انسانوں نے جو اپنی قوم اور ملک میں مسلّم راستباز نیک چلن تھے شہادت دی، تو اسے کافی نہ سمجھا جائے۔ اس سے بڑھ کر حماقت اور ہٹ دھرمی کیا ہوگی کہ لاکھوں مقدسوں کی شہادت موجود ہے اور پھر انہوں نے اپنی عملی حالت سے بتا دیا ہے اور خونِ دل سے یہ شہادت لکھ دی ہے کہ خدا ہے اور ضرور ہے اس پر بھی اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ بیوقوف ہے۔ اور پھر عجیب تو یہ بات ہے کہ کسی معاملہ میں رائے دینے کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا علم ہو۔ جس شخص کو علم ہی نہیں وہ رائے دینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ رائے زنی کرے تو کیا وہ احمق اور بے وقوف نہ کہلائے گا؟ ضرور کہلائے گا بلکہ دوسرے دانشمند اُس کو شرمندہ کریں گے کہ احمق جبکہ تجھے کچھ واقفیت ہی نہیں تو پھر تُو رائے کس طرح دیتا ہے۔ اس طرح پر جو خدا کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ نہیں ہے اُن کا کیا حق ہے کہ وہ رائے دیں جبکہ الٰہیات کا علم ہی ان کو نہیں ہے اور انہوں نے کبھی مجاہدہ ہی نہیں کیا ہے۔ ہاں اُن کو یہ کہنے کا حق ہو سکتا تھا اگر وہ ایک خدا پرست کے کہنے کے مطابق تلاشِ حق میں قدم اٹھاتے اور خدا کو ڈھونڈتے۔ پھر اگر ان کو خدا نہ ملتا تو بے شک کہہ دیتے کہ خدا نہیں ہے۔ لیکن جبکہ انہوں نے کوئی کوشش اور مجاہدہ نہیں کیا ہے تو اُن کو انکار کرنے کا حق نہیں ہے۔ غرض خدا کا وجود ہے اور وہ ایک ایسی شے ہے کہ جس قدر اُس پر ایمان بڑھتا جائے اُسی قدر قوت ملتی جاتی ہے اور وہ نہاں در نہاں ہستی نظر آنے لگتی ہے یہاں تک کہ کھلے طور پر اُس کو دیکھ لیتا ہے اور پھر یہ قوت دن بدن زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہی ایک بات ہے جس کی تلاش دنیا کو ہونی چاہیئے۔

مگر آج یہ قوتیں دنیا میں نہیں رہی ہیں۔ اسلام جو یہ ایمانی قوت لیکر آیا تھا بہت ضعیف ہوگیا ہے اور عام طور پر مسلمانوں نے محسوس کر لیا ہے کہ وہ کمزور ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ آئے دن جلسے اور مجلسیں ہوتی رہتی ہیں اور نت نئی انجمنیں بنتی جاتی ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اسلام کی حمایت اور امداد کے لئے کام کرتی ہیں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان مجلسوں میں قوم قوم تو پکارتے ہیں، قومی ترقی قومی ترقی کے گیت گاتے ہیں لیکن کوئی

مجھ کو یہ بتائے کہ کیا پہلے زمانہ میں جب قوم بنی تھی وہ یورپ کے اتباع سے بنی تھی ؟ کیا مغربی قوموں کے نقش قدم پر چل کر انہوں نے ساری ترقیاں کی تھیں ؟۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ہاں اسی طرح ترقی کی تھی تو بے شک گناہ ہوگا اگر ہم اہلِ یورپ کے نقشِ قدم پر نہ چلیں ۔ لیکن اگر ثابت نہ ہو اور ہرگز ثابت نہ ہوگا تو پھر کس قدر ظلم ہے کہ اسلام کے اصولوں کو چھوڑ کر، قرآن کو چھوڑ کر جس نے ایک وحشی دنیا کو انسان اور انسان سے باخدا انسان بنا دیا ایک دنیا پرست قوم کی پیروی کی جائے ۔ جو لوگ اسلام کی بہتری اور زندگی مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں ۔

قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں ۔ صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو ۔ دیکھو انہوں نے جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے ۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصہ میں نہ آیا تھا ۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور انہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے ۔ اُن لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے جن کو کفار کہتے تھے ۔ جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا ۔ اس میں بتر یہ تھا ع خدا داری چہ غم داری ۔

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا ۔ صلاح الدین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا لیکن آخر اس پر کوئی قابو نہ پا سکا کیونکہ اس کی نیت اسلام کی خدمت تھی ۔ غرض ایک مدت تک ایسا ہی رہا ۔ جب بادشاہوں نے فسق و فجور اختیار کیا پھر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑا اور رفتہ رفتہ ایسا زوال آیا جس کو اب تم دیکھ رہے ہو ۔ اب اس مرض کی جو تشخیص کی جاتی ہے ہم اس کے مخالف ہیں ۔ ہمارے نزدیک اس تشخیص پر جو علاج کیا جاوے گا وہ زیادہ خطرناک اور مضر ثابت ہوگا ۔ جب تک مسلمانوں کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہوگا ان میں وہ ایمان پیدا نہ ہوگا اور یہ تندرست نہ ہوں گے ۔ عزت اور عروج اسی راہ سے آئے گا جس راہ سے پہلے آیا ۔

میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمان سُست ہو جاویں ۔ اسلام کسی کو سُست نہیں بناتا ۔ اپنی تجارتوں اور ملازمتوں میں بھی مصروف ہوں مگر میں یہ نہیں پسند کرتا کہ خدا کے لئے ان کا کوئی وقت بھی خالی نہ ہو ۔ ہاں تجارت کے وقت پر تجارت کریں اور اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کو اس وقت بھی مدنظر رکھیں تاکہ وہ تجارت بھی انکی عبادت

کارنگ اختیار کرلے۔ نمازوں کے وقت پر نمازوں کو نہ چھوڑیں۔ ہر معاملہ میں خواہ وہ کوئی معاملہ ہو دین کو مقدم کریں۔ دنیا مقصود بالذات نہ ہو اصل مقصود دین ہو۔ پھر دنیا کے کام بھی دین ہی کے ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ کو دیکھو انہوں نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی خدا کو نہیں چھوڑا۔ لڑائی اور تلوار کا وقت ایسا خطرناک ہوتا ہے کہ محض اُس کے تصوّر سے ہی انسان گھبرا اُٹھتا ہے۔ وہ وقت جبکہ جوش اور غضب کا وقت ہوتا ہے ایسی حالت میں بھی وہ خدا سے غافل نہیں ہوئے، نمازوں کو نہیں چھوڑا، دعاؤں سے کام لیا۔ اب یہ بدقسمتی ہے کہ یوں تو ہر طرح سے زور لگاتے ہیں، بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں، جلسے کرتے ہیں کہ مسلمان ترقی کریں مگر خدا سے ایسے غافل ہوتے ہیں کہ بھول کر بھی اُس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ پھر ایسی حالت میں کیا اُمید ہو سکتی ہے کہ اُن کی کوششیں نتیجہ خیز ہوں جبکہ وہ سب کی سب دنیا ہی کے لئے ہیں۔ یاد رکھو جب تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دل و جگر میں سرایت نہ کرے اور وجود کے ذرّے ذرّے پر اسلام کی روشنی اور حکومت نہ ہو کبھی ترقی نہ ہوگی۔ اگر تم مغربی قوموں کا نمونہ پیش کرو کہ وہ ترقیاں کر رہے ہیں تو اُن کے لئے اَور معاملہ ہے۔ تم کو کتاب دی گئی ہے۔ تم پر حجّت پُوری ہو چکی ہے۔ اُن کے لئے الگ معاملہ اور مواخذہ کا دن ہے۔ تم اگر کتاب اللہ کو چھوڑو گے تو تمہارے لئے اِسی دنیا میں جہنّم موجود ہے۔

ایسی حالت میں قریباً ہر شہر میں مسلمانوں کی بہتری کے لئے انجمنیں اور کانفرنسیں ہوتی ہیں لیکن کسی ہمدردِ اسلام کے مُنہ سے یہ نہیں نکلتا کہ قرآن کو اپنا امام بناؤ، اِس پر عمل کرو۔ اگر کہتے ہیں تو بس یہی کہ انگریزی پڑھو، کالج بناؤ، بیرسٹر بنو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا پر ایمان نہیں رہا۔ حاذق طبیب بھی دس دن کے بعد اگر دوا فائدہ نہ کرے تو اپنے علاج سے رجوع کر لیتے ہیں۔ یہاں ناکامی پر ناکامی ہوتی جاتی ہے اور اس سے رجوع نہیں کرتے۔ اگر خدا نہیں ہے تو اُس کو چھوڑ کر بے شک ترقی کرلیں گے لیکن جب خدا ہے اور ضرور ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ اُس کی بے عزّتی کر کے اُس کی کتاب کی بے ادبی کر کے چاہتے ہیں کہ کامیاب ہوں اور قوم بن جاوے۔ کبھی نہیں۔ ہماری رائے تو یہی ہے جس کو آنکھیں دیکھتی ہیں، ترقی کی ایک ہی راہ ہے کہ خدا کو پہچانیں اور اُس پر زندہ ایمان پیدا کریں۔"

(الحکم ۳۱ر جنوری ۱۹۰۱ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی منظوم کلام

وَإِنَّ الصَّدُوْقَ بِفَضْلِهٖ يُتَخَيَّرُ

(اور راستباز خدا کے فضل سے مقبول ہوتا ہے)

تُعَيِّرُنِيْ ظُلْمًا وَكِبْرًا وَنَخْوَةً ۔۔۔ وَهَيْهَاتَ أَهْلُ الْحَقِّ كَيْفَ يُعَيَّرُ

تو مجھے اپنے ظلم و کبر و نخوت سے عیب لگاتا ہے ۔۔۔ اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ اہلِ حق پر حرف آ سکے۔

صَبَرْنَا عَلٰى ظُلْمِ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا ۔۔۔ وَتُبْنَا إِلَى الرَّبِّ الَّذِيْ هُوَ أَقْدَرُ

ہم نے مخلوقات کے ظلم پر صبر کیا ۔۔۔ اور قادر خدا کی طرف متوجہ ہو گئے۔

تَرَكْتُ الْقِلٰى وَاللّٰهُ كَافٍ لِصَادِقٍ ۔۔۔ وَإِنَّ الصَّدُوْقَ بِفَضْلِهٖ يُتَخَيَّرُ

ہم نے بغض و عداوت کو چھوڑ دیا اور صادق کی تائید کیلئے اللہ کافی ہے اور راستباز اُس کے فضل سے مقبول ہوتا ہے۔

وَلَيْسَ الْفَتٰى مَنْ يَّقْتُلُ النَّاسَ سَيْفُهٗ ۔۔۔ وَلٰكِنَّهٗ مَنْ يُّظْلَمَنَّ وَيَصْبِرُ

بہادر وہ نہیں جس کی تلوار لوگوں کو قتل کرے۔ ۔۔۔ بلکہ بہادر وہ ہے جو مظلوم ہو کر باوجود قدرت کے صبر کرے

أَرَى الظُّلْمَ يَبْقٰى فِي الْخَرَاطِيْمِ وَسْمُهٗ ۔۔۔ وَأَمَّا عَلَامَاتُ الْأَذٰى فَتَغَيَّرُ

میں دیکھتا ہوں کہ ظلم کا نشان ظالم کی پیشانی پر رہتا ہے ۔۔۔ مگر تکلیفوں کے نشان مظلوم سے مٹ جاتے ہیں۔

أَتُكْفِرُنِيْ يَا أَيُّهَا الْمُسْتَعْجِلُ ۔۔۔ وَأَيَّ عَلَامَاتٍ تَرٰى إِذْ تُكَفِّرُ

اے جلدباز تُو مجھے کافر کہتا ہے۔ ۔۔۔ کونسی باتیں ہیں جو تُو میری تکفیر کرتا ہے۔

وَإِنَّ إِمَامِيْ سَيِّدُ الرُّسُلِ أَحْمَدُ ۔۔۔ رَضِيْنَاهُ مَتْبُوْعًا وَرَبِّيْ يَنْظُرُ

میرا پیشوا احمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل ہے ۔۔۔ ہم نے اس کو متبوع پسند کر لیا اور میرا رب شاہد ہے۔

(حمامۃ البشریٰ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام

صحبتے بعد از لقائے تو حرام

(اے خدا! تیری ملاقات کے بعد پھر کسی اَور سے تعلق رکھنا حرام ہے)

اے خدا اے چارۂ آزارِ ما
اے علاجِ گریہ ہائے زارِ ما

اے خدا اے ہمارے دکھوں کی دوا
اور اے ہماری گریۂ وزاری کے علاج -

اے تو مرہم بخش جانِ ریشِ ما
اے تو دلدارِ دلِ غم کیشِ ما

تُو ہماری زخمی جان پر مرہم رکھنے والا ہے
اور تُو ہمارے غمزدہ دل کی دلداری کرنے والا ہے

از کرم برداشتی ہر بارِ ما
وز تو ہر بار و برِ اشجارِ ما

تُو نے اپنی مہربانی سے ہمارے سب بوجھ اٹھالئے ہیں
اور ہمارے درختوں پر میوہ اور پھل تیرے فضل سے ہے

حافظ و ستّاری از جُود و کرم
بیکساں را یاری از لطفِ اتم

تُو ہی مہربانی اور عنایت سے ہمارا محافظ اور پردہ پوش ہے
اور کمال مہربانی سے بیکسوں کا ہمدرد ہے۔

بندۂ درماندہ باشد دل طپاں
ناگہاں درماں برآری از میاں

جب بندہ مغموم اور درماندہ ہوجاتا ہے،
تو تُو فوراً وہیں سے اس کا علاج پیدا کردیتا ہے

عاجزے را ظلمتے گیرد براہ
ناگہاں آری برو صد مہر و ماہ

جب کسی عاجز کو رستہ میں اندھیرا گھیر لیتا ہے
تو تُو یکدم اس کیلئے سینکڑوں سورج اور چاند پیدا کردیتا ہے

حُسن و خُلق و دلبری بر تو تمام
صحبتے بعد از لقائے تو حرام

حسنِ اخلاق اور دلبری تجھ پر ختم ہیں
تیری ملاقات کے بعد پھر اوروں سے تعلق رکھنا حرام ہے

(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

اسلام کی فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "دیباچہ تفسیر القرآن" میں روحانی نظام کی تکمیل کے قرآنی اُصول کو بہت لطیف پیرائے میں واضح فرمایا ہے اور اس اُصول کے مطابق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور پھر حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق مصلح موعود کے ظہور پر روشنی ڈال کر غلبۂ اسلام کی آسمانی سکیم کو بہت دلنشین انداز سے پیش کیا ہے اور بڑی تحدی سے اعلان فرمایا ہے کہ اب اسلام دنیا میں غالب آکر رہے گا اس کی آخری اور مکمل فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا۔ دیباچہ کا یہ حصہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

"روحانی نظام کی تکمیل کے لئے قرآن کریم نے یہ اُصول مقرر فرمایا ہے کہ چونکہ شریعت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے اس لئے آئندہ کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں آئے گا۔ قرآنِ کریم آخری کتاب ہے اِس کو جزواً یا کلاً کوئی اور کتاب منسوخ نہیں کر سکتی۔ قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت روحانی عالم میں رہتی دُنیا تک رہیگی۔ لیکن انسان بھُول بھی جاتا ہے، غلطی بھی کرتا ہے، اور بغاوت بھی کرتا ہے۔ اِن تینوں مرضوں کا علاج کئے بغیر قرآنی حکومت قیامت تک صحیح طور پر نہیں چل سکتی۔ بھولنے والے کو یاد کرانے والا، غلطی کرنے والے کی اصلاح کرنے والا، اور باغی کو زیرِ نگیں لانے والا آدمی ضرور چاہیئے۔ قرآن کریم اِس کا یہ علاج بتاتا ہے کہ جس طرح سورج کی عدم موجودگی میں چاند دُنیا کو روشن کرتا ہے اِسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے انسان کھڑے کئے جائیں گے جو چاند کی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نور کا اکتساب کر کے دنیا کو روشن کرتے رہیں گے اور دنیا کی وسیع خرابی اور تباہی کے وقت میں تابع نبی یا اُمتی نبی کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

چنانچہ ایک ایسے ہی وجود کے متعلق قرآن شریف میں متعدد مقامات پر خبر دی گئی ہے (دیکھو سورۂ جمعہ ع۔ سورۂ صف ع۔ سورۂ آل عمران ع) اور اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بروزِ ثانی قرار دیا گیا ہے۔ حدیثوں میں اِس بروزِ ثانی کا نام مسیح بھی رکھا گیا ہے اور قرآنِ کریم میں بھی مسیح کے نام کی طرف ضمناً اشارہ کیا گیا ہے (دیکھو سورۂ زخرف ع۶ آیت ۵۷)۔ دوسرا نام حدیثوں میں اُس کا مہدی رکھا گیا ہے۔ مگر یہ وجود ایک ہی ہے مختلف جہات سے اِس کے مختلف نام ہیں۔ انجیل میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بعثتِ ثانیہ کا ذکر مسیح کے دوبارہ نزول کے وعدہ میں

کیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ کے حالات بتا رہے ہیں کہ یہ وہی زمانہ ہے جس کی پیشگوئی پرانی کتب اور قرآن کریم میں کی گئی ہے۔

قرآن کریم کی صداقت کا یہ ایک زبردست ثبوت ہے کہ اُس کی پیشگوئیوں کے مطابق اِس زمانہ میں ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ قرآن شریف اور دوسری کتب سماوی کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ ہے اور آپؐ کے دین کو قائم کرنے اور قرآن شریف کی تعلیم کو روشن کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اسے مبعوث فرمایا ہے (ان پیشگوئیوں کا ذکر قرآن کریم کی متعدد سورتوں میں اپنے اپنے مقام پر کیا گیا ہے خصوصاً قرآن کریم کی آخری سورتوں میں) یہ مدّعی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلۂ احمدیہ ہیں۔ آج سے قریباً ساٹھ سال پہلے خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی نازل ہوئی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ تجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا میں دوبارہ روشن کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور تجھے وہی مرتبہ دیا گیا ہے جو پہلے انبیاء کو دیا گیا تھا سوائے اس فرق کے کہ تُو قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہے اور کوئی نئی شریعت تجھے نہیں دی گئی۔ چنانچہ آپ کو الہام ہوا کہ كُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ تمام برکتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہیں، پس بہت برکت والا ہے وہ بھی جس نے سکھایا یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت برکت والا ہے وہ بھی جس نے سیکھا یعنی احمد قادیانی علیہ السلام۔ پھر آپ کو کہا گیا:-

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

قرآن کریم میں نذیر نبیوں کا نام آتا ہے اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ایک الہام میں نذیر کی بجائے نبی کا لفظ بھی آتا ہے۔

آپ کا کام یہ تھا کہ آپ اِس تاریکی کے زمانہ میں دنیا بھر کو خدا تعالیٰ سے روشناس کرائیں اور تازہ الہاموں اور معجزات سے اِس مادی دنیا کے دل میں روحانیت کا بیج دوبارہ بو دیں۔ جس وقت آپ نے دعویٰ کیا اُس وقت آپ اکیلے تھے۔ دنیا میں آپ کا کوئی ساتھی نہیں تھا۔ آپ ریل سے دُور، تار گھر سے محروم، ڈاک کی سہولتوں سے محروم ایک چھوٹے سے گاؤں میں جس کی آبادی چودہ پندرہ سو تھی ظاہر ہوئے اور اُس وقت دنیا میں آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ میری سچائی کو دنیا پر ثابت کرے گا اور دنیا کے دُور دراز کناروں تک میری تبلیغ پہنچے گی۔ اور آپ نے یہ اعلان کیا کہ نہ صرف یہ کہ خدا مجھے دنیا کے کناروں تک شہرت دے گا بلکہ میرے

سلسلہ کو قائم رکھے گا اور مجھ پر ایمان لانے والے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے! اور نو سال کے اندر میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خصوصیت سے میری پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہوگا اور دنیا کے کناروں تک اُس کا نام پہنچے گا، وہ جلد جلد ترقی کرے گا، اور روح القدس سے برکت دیا جائے گا۔ اِن الہامات کے شائع ہونے کے بعد آپ کی مخالفت بڑے زور شور سے ہوئی، کیا ہندو اور کیا مسلمان اور کیا عیسائی اور کیا سکھ سب کے سب آپ کے پیچھے پڑ گئے، اور ہر ایک نے آپ کے تباہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ مخالفت ہی اپنی ذات میں اِس بات کی علامت تھی کہ بانیٔ سلسلۂ احمدیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں کیونکہ اِس قسم کی عالمگیر مخالفت بالعموم سچے نبیوں ہی کی ہوا کرتی ہے۔ مگر باوجود اِس کے کہ آپ اکیلے تھے اور آپ کے مقابلہ میں ساری دنیا جمع تھی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز کو بلند کرنا شروع کیا اور ایک ایک دو دو کر کے لوگ آپ پر ایمان لانے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے یہ جماعت پنجاب اور ہندوستان میں پھیلتی ہوئی دوسرے ممالک کی طرف نکل گئی۔

جب بانیٔ سلسلۂ احمدیہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تو اُس وقت آپ کے مخالفوں نے یہ شور مچایا کہ اب یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کی جماعت کو حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے ہاتھ پر جمع ہونے کا موقع دیدیا اور وہ اِس جماعت کے اسلامی اصول کے مطابق پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کی خلافت کے دَوران میں مغربی تعلیم سے متاثر لوگوں نے اصولِ خلافت پر اعتراضات کرنے شروع کئے اور یہ فتنہ بڑھنا شروع ہوا۔ حتیٰ کہ جب ۱۹۱۴ء میں آپ فوت ہوئے تو ان لوگوں نے جو کہ خلافت کے مسئلہ کے خلاف تھے نظامِ سلسلہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ راقم الحروف جو بانیٔ سلسلۂ احمدیہ حضرت احمد علیہ السلام کا بیٹا ہے اُس وقت پچیس ۲۵ سال کی عمر کا تھا اور تمام مادی ذرائع سے محروم تھا۔ جماعت کی باگ ڈور کلّی طور پر اُن لوگوں کے ہاتھ میں تھی جنہوں نے خلافت کے اصول کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کیا تھا۔ لیکن قادیان کی موجودہ جماعت کی کثرت جنہیں یہ باغی لوگ جاہلوں کی کثرت کہتے تھے اِس بات پر مُصر تھی کہ ہم خلافت کے طریق کو قرآنی احکام کے مطابق جاری رکھیں گے۔ چنانچہ اِن لوگوں کے اصرار پر مَیں نے جماعتِ احمدیہ سے بیعت لے لی اور خلیفہ ثانی کے طور پر جماعت کی، اسلام کی، اور دنیا کی خدمت کا کام شروع کیا۔ چونکہ جماعت کے سربرآوردہ اور بڑے لوگ مخالف ہو گئے تھے اِس لئے جماعت کی حالت اُس وقت بہت خطرناک نظر آتی تھی۔ اور بیرونی دنیا کی نظریں بھی اِس امید سے اُٹھ رہی تھیں کہ چند دن میں اِس سلسلہ کی عمارت پاش پاش ہو جائے گی۔ مگر اُس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ میری مدد کرے گا اور مجھے غلبہ دے گا اور میرے مخالفوں کو جو طاقتور ہیں کمزور کرے گا اور ان میں تفرقہ پیدا کر کے انہیں پاش پاش کر دے گا۔ احمدیہ جماعت میں سے زیادہ تعلیم یافتہ اور زیادہ تجربہ کار آدمی نکل گئے، احمدیہ جماعت میں سے زیادہ

مالدار اور زیادہ رسوخ والے آدمی الگ ہو گئے، وہ لوگ جو سلسلہ کا دماغ سمجھے جاتے تھے وہ اس سے کٹ گئے۔ میری عمر کے لحاظ سے خلافت سے بغاوت کرنے والا گروہ یہ آواز بلند کرتا تھا کہ سلسلہ کی باگ ڈور ایک بچہ کے ہاتھ میں چلی گئی ہے اب یہ سلسلہ تباہ ہو کر رہے گا۔

لیکن وہ خدا جس نے قرآن شریف نازل کیا ہے، وہ خدا جس نے اس دنیا کے لئے ایک روحانی نظام بنایا ہے جس کے ماتحت یہ دنیا ترقی کر رہی ہے، وہ خدا جس نے احمد علیہ السلام مسیح موعود مہدی معہود کو بتایا تھا کہ وہ اُن کی ذریت سے ۱۸۸۶ء سے لے کر نو سال کے اندر ایک لڑکا پیدا کرے گا جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے جلد جلد ترقی کرے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کو دنیا میں پھیلا کر اسیروں کی رستگاری اور مُردوں کے احیاء کا موجب ہو گا، اُس کی بات پوری ہوئی اور اُس کا کلمہ اونچا رہا۔ ہر روز جو طلوع ہوتا تھا وہ میری کامیابیوں کے سامانوں کو ساتھ لاتا تھا، ہر روز جو غروب ہوتا تھا وہ میرے دشمنوں کے تنزل کے اسباب چھوڑ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کو میرے ذریعہ سے دنیا بھر میں پھیلا دیا۔ اور قدم قدم پر خدا تعالیٰ نے میری راہنمائی کی اور بیسیوں موقعوں پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا یہاں تک کہ ایک دن اُس نے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ مَیں ہی وہ موعود فرزند ہوں جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۸۶ء میں میری پیدائش سے تین سال پہلے دی تھی اُس وقت سے خدا تعالیٰ کی نصرت اور بھی زیادہ زور پکڑ گئی۔

آج دنیا کے ہر براعظم پر احمدی مشنری اسلام کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں۔ قرآن جو ایک بند کتاب کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور مسیح موعود علیہ السلام کے فیض سے ہمارے لئے یہ کتاب کھول دی ہے اور اس میں سے نئے سے نئے علوم ہم پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جو اسلام کے خلاف آواز اُٹھاتا ہو اور اس کا جواب خدا تعالیٰ مجھے قرآنِ کریم سے ہی نہ سمجھا دیتا ہو۔ ہمارے ذریعہ سے پھر قرآنی حکومت کا جھنڈا اونچا کیا جا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلاموں اور الہاموں سے یقین اور ایمان حاصل کرتے ہوئے ہم دنیا کے سامنے پھر قرآنی فضیلت کو پیش کر رہے ہیں۔ گو دنیا کے ذرائع ہماری نسبت کروڑوں کروڑ گُنے زیادہ ہیں لیکن دنیا خواہ کتنا ہی زور لگائے، مخالفت میں کتنی ہی بڑھ جائے، یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے کہ سورج ٹل سکتا ہے ستارے اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں زمین اپنی حرکت سے رُک سکتی ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا۔ قرآن کی حکومت دوبارہ قائم کی جائے گی اور دنیا اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بُتوں یا انسانوں کی پُوجا چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے گی۔ اور باوجود اس کے کہ دنیا کی حالت اس وقت قرآنی تعلیم

کو قبول کرنے کے خلاف ہے اسلام کی حکومت پھر قائم کر دی جائے گی اس طرح کہ پھر اُس کی جڑوں کو ہلانا انسان کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔ اس شیطان کی برباد کردہ دنیا کے جنگل میں خدا نے پھر ایک بیج بویا ہے میں ایک ہوشیار کرنے والے کی صورت میں دنیا کو ہوشیار کرتا ہوں کہ یہ بیج بڑھے گا، ترقی کرے گا، پھیلے گا اور پھلے گا۔ اور وہ روحیں جو بلندیرواز کا اشتیاق رکھتی ہیں جن کے دلوں کے مخفی گوشوں میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ملنے کی تڑپ ہے وہ ایک دن اپنے مادی خوابوں سے بیدار ہوں گی اور بےتاب ہو کر اس درخت کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے لئے دَوڑیں گی۔ تب اس دنیا کے فساد دُور ہو جائیں گے۔ اس کی تکلیفیں مٹا دی جائیں گی۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہت پھر اس دنیا میں قائم کر دی جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے لئے سب سے قیمتی متاع قرار پائے گی۔ اور دنیا کی یہ تبدیلی ہی فساد اور بدامنی کے دُور کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے دنیا کا فساد اور بدامنی دُور کی جا سکتی ہے۔ اس کے سوا سب کوششیں بیکار جائیں گی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی)

انزالِ رحمت کا طریق!

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا اُن کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں اور اُن کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔"

(سبز اشتہار حاشیہ صفحہ ۱۶)

خلافت

(حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم ۔ اے (آکسن) صدر مجلس مرکزیہ)

اسلام کا دعویٰ ہے کہ انسانی پیدائش کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسا وجود دُنیا میں پیدا کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہو اور صفاتِ الٰہیہ کو ظاہر کرنے والا ہو۔ چنانچہ فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنے انسانی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ کہا کہ میں دُنیا میں ایک ایسی مخلوق پیدا کرنے لگا ہوں جو میری نمائندہ ہوگی اور میری صفات کی مظہر ہوگی۔ اِسی طرح ایک دوسری جگہ قرآن کریم میں یہ فرمایا: ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ فِی الْاَرْضِ وَمَنْ کَفَرَ فَعَلَیْہِ کُفْرُہٗ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم کو دُنیا میں اپنا نمائندہ بناکر بھیجا ہے اور تم میں یہ قوّت اور طاقت رکھی ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی صفات کا مظہر بن سکتے ہو اور یہ ایک بہت بڑا مرتبہ ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔ پس جو شخص اِس مرتبہ کی قدر نہیں کرے گا اور اپنے اعمال کو اس کے مطابق نہیں بنائے گا اُسے اپنی اِس غفلت کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اے مسلمانو! صفاتِ الٰہیہ کو اپنے اندر پیدا کرو۔ پس انسانی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے کہ پیدائشِ عالم کا صحیح مقصد حاصل ہو اور اس کے دونوں سروں پر خدا تعالیٰ کی صفات جلوہ گر ہوں۔ پیدائش کے ایک سرے پر تو ہمیں صفاتِ الٰہیہ کا ایک طبعی ظہور اس کے بنائے ہوئے قوانینِ قدرت میں نظر آتا ہے۔ اُس نے اپنی صفات کے طبعی ظہور سے عالمین کو پیدا کیا، سمندر بنائے، دریا جاری کئے، جزیروں کو پیدا کیا، پہاڑ بنائے۔ اس کی قدرت نے زمین کے اندر مختلف قسم کی کانیں پیدا کیں۔ پھر نباتات کی ایک وسیع دُنیا معرضِ وجود میں آئی۔ قسما قسم کے درخت اور بوٹیاں اُگائیں اور ہر قسم کے غلّہ وغیرہ کو پیدا کیا۔ پس پیدائشِ عالمین کی وسعتوں اور اُس کی گہرائیوں میں خدائی صفات کارفرما نظر آرہی ہیں ؎

جس طرف دیکھیں وہ رہ ہے ترے دیدار کا

دوسری طرف اُس نے ایک ایسا وجود پیدا کیا جو اِن چیزوں کے استعمال میں خدائی صفات کو بطور نائبِ خدا بروئے کار لائے اور اس طرح یہ پیدائشِ عالم کے دونوں سروں پر خدا تعالیٰ کی صفات جلوہ نما ہوں۔

اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ ان تمام جہانوں کا اصل اور حقیقی مالک تو خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور جس کے قبضۂ اقتدار سے وہ باہر نہیں لیکن اس ملکیت کو اُس نے ایک طور پر اور نیابت

کے رنگ میں آگے بحیثیتِ مجموعی انسان کے سپرد کیا ہے۔ پس اسلامی اصول کے لحاظ سے ملکیّت دو قسم کی ہے۔ اصل اور حقیقی ملکیت تو خدا تعالیٰ کی ہے مگر ظلّی ملکیت اور تنفیذی حکومت بطور نائب کے بنی نوع انسان کی ہے پس چونکہ ملکیتیں دو قسم کی ہیں حقیقی اور ظلّی اس لئے آگے نائب بنانے کے بھی دو ہی طریق ہو سکتے ہیں۔ ایک تو حقیقی مالک کا بنایا ہوا نائب ہوگا یعنی نبی اللہ اور ایک وہ نائب ہوگا جسے بنی نوع انسان نے اپنا نائب بنایا ہو یعنی حاکمِ وقت۔ مگر اسلام نے نیابت کی ایک تیسری صورت بھی پیش کی ہے اور وہ دونوں قسم کے مالکوں کی مشترکہ نیابت پر دلالت کرتی ہے اور اسی کو اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہتے ہیں۔ ایک جہت سے وہ مالکِ حقیقی کا بنایا ہوا نائب ہوتا ہے اور ایک جہت سے وہ ظلّی مالکوں یعنی بندوں کا تسلیم کردہ حاکم ہوتا ہے پس خلافت کے متعلق اسلامی نظریہ یہ ہے کہ خلیفہ بنانا تو خود خدا ہی کا کام ہے لیکن اس انتخاب یا تعیین میں وہ اُمّتِ مُسلمہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کرتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ انتخاب بالواسطہ ہوتا ہے اور یہ واسطہ وہ اُمّتِ مسلمہ ہے جو مضبوطی کے ساتھ اپنے ایمانوں پر قائم اور اپنے ایمان کے مطابق اعمالِ صالحہ بجا لانے والی ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُمّتِ مسلمہ کے دلوں پر تصرّف کر کے اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق خلیفہ کا انتخاب کرواتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ جب خلیفہ کا انتخاب اُمّتِ مُسلمہ کی رائے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہو چکے تو پھر اُمّتِ مُسلمہ کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ اس خلیفہ کو اپنی مرضی سے معزول کر سکے۔ اس لئے کہ یہ ایک مذہبی انتخاب تھا جو اللہ تعالیٰ کی خاص نگرانی کے ماتحت کیا گیا اور اس انتخاب میں الٰہی تصرف کا ہاتھ تھا۔ اور جسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہو اسے کوئی انسان معزول نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کے "عزل" کو خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ جب بھی وہ دیکھے کہ خلیفہ کے بدلنے کی ضرورت ہے وہ خود اُسے وفات دے دے گا اور اپنی مرضی اور تصرف کے مطابق اُمّتِ مُسلمہ کے ذریعہ نئے خلیفہ کا انتخاب کروا دے گا۔ پس روحانی خلفاء بندوں کے ہاتھوں معزول نہیں ہو سکتے۔ اور جو ایسا سمجھے اس کے اندر نفاق اور بے حیائی کا مادہ ہے۔ اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے بعض کمزور ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

"مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی کی طاقت ہے کہ وہ معزول کرے" ——— "معزول کرنا تمہارے اختیار میں نہیں۔ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے ——— لیکن مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ اس لئے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ...... تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کر دو۔ تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ...... میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ اللہ ہی خلیفے بنایا کرتا ہے" ——— "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا

ہوں کہ مجھے بھی خدا ہی نے بنایا ہے جس طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے" ـــــ "مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر میں تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رِدا کو مجھ سے چھین لے۔" (بدر ۴ر اور ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء)

میرے مذکورہ بالا بیان سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ چونکہ روحانی خلیفہ کا معزول کرنا بلا واسطہ اور بلا شرکتِ غیرے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور گو نئے خلیفہ کے انتخاب میں اُمّتِ مُسلمہ کو ایک رنگ میں شریک کیا گیا ہے مگر اس انتخاب کے وقت بھی خدائی تصرّف سے اُسی کی مرضی پوری ہوتی ہے اس لئے ایک خلیفہ کی زندگی میں نئی خلافت کے متعلق سازشیں کرنا یا منصوبے باندھنا یا باتیں پھیلانا یا اس ضمن میں کسی شخص کا نام لینا خواہ وہ شخص پسندیدہ ہو یا غیر پسندیدہ اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف اور انتہائی بے شرمی اور بے حیائی کی بات ہے۔ اور پاک باز مومن اس قسم کی منافقانہ اور خبیثانہ باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کا وہم اور خیال بھی ان کے ذہن میں نہیں آتا اور اگر کسی منافق طبع کو وہ اس قسم کی بات کرتے سُنتے ہیں تو سختی سے ایسے شخص کی بازپُرس کرتے ہیں۔

یہاں میں یہ ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک نہایت ہی شفیق باپ ہیں اور اپنی اولاد پر آپ کے بہت ہی احسان ہیں جن کا شمار بھی ہمارے لئے ممکن نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا احسان جو آپ نے اپنی اولاد پر کیا وہ دعائیں ہیں جو آپ نے اپنی اولاد کے لئے کیں اور جماعت سے کروائیں۔ پھر ان دعاؤں میں سے بھی بڑی ہی پیاری وہ دعا ہے جو میں درج ذیل کرتا ہوں۔ حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں :-

"..... منافقین کہتے ہیں کہ میں اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں حالانکہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اگر میری اولاد میں سے کوئی ایسا خیال بھی دل میں لائے گا تو وہ خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا۔ **پس میں تو کہتا ہوں کہ یہ بھی دعا کرو کہ میری اولاد کے دل میں بھی کوئی ایسا وسوسہ نہ ہو۔ اور خدا ان کے دلوں کو بھی پاک رکھے کیونکہ جو خدا کا مال** لینا چاہتا ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، یقیناً سزا پائے گا ...."

(الفضل یکم نومبر ۱۹۵۶ء)

خدا شاہد ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمارے دلوں کو اس قسم کے منافقانہ اور خبیثانہ وسوسوں سے پاک رکھا ہے اور دُعا ہے کہ وہ قادر و

تو اپنا خدا ہمیشہ ہی ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اور ہمارے دل اور دماغ کے دروازے شیطان اور اس کے چیلوں کے لئے کبھی نہ کھلیں۔ اور پھر یہ دعا ہے کہ اے ہمارے رب! اے ہمارے شافی خدا! ہم اپنے باپ اور اپنے امام کے اِن احسانوں کا بدلہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے کہ ہم کمزور ہیں۔ مگر تو تو بڑی طاقتوں والا ہے تو ہی اپنے فضل سے بہترین اور احسن جزا دے اور خود اپنے ہی دستِ شفاء سے آپ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرما۔ اور اِس پاک و مطہر وجود، اِس محبت کرنے والے وجود، اور تیرے حضور ہمارے لئے گریہ وزاری سے دعائیں کرنے والے اِس پیارے وجود کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھ۔ یا ارحم الراحمین +

دائمی خلافت کا وعدہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"سو اَے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اَب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اِس لئے تم میری اِس بات سے جو مَیں نے تمہارے درمیان بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن جب مَیں جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"

(الوصیّت)

خدا ہی جس کو چاہتا ہے خلیفہ بناتا ہے

کوئی شخص منشاءِ الٰہی کے بغیر اس منصب پر فائز نہیں ہو سکتا

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

الٰہی سلسلوں کی باگ ڈور خالصتاً خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہی ان کا حافظ و ناصر ہوتا ہے اور وہی خطرات میں سے کامیاب و کامران گزار کر منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ اس کے مقابل پر دنیوی منصوبوں اور سکیموں کی بنیاد ہوشیاری، چالاکی، عقل و تدبر اور وسائل پر ہوتی ہے اور ان میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جنہیں وسائل میسّر ہوں، جو عقلمند اور مدبر ہوں، جو ہوشیار اور چالاک ہوں اور ہر عقدہ کو ناخنِ تدبیر سے حل کرنے کے عادی ہوں۔ ان کی کامیابی کا تمام تر دار و مدار منصوبہ بندی پر ہوتا ہے۔ اُن کی دُور اندیش نگاہیں ہمیشہ عواقب پر ہوتی ہیں جن کے لئے وہ پہلے سے تیاری کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ہوا کا رُخ دیکھتے اور اس کے مطابق کام کرتے ہیں۔ مگر الٰہی سلسلوں میں یہ بات نہیں ہوتی۔ ایک مامور من اللہ ظاہری ساز و سامان کے بغیر خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اور اس کا پیغام پہنچانے کے لئے یکہ و تنہا کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں کہ دنیا اُس کی مخالف ہوتی ہے، ظاہری اسباب مفقود ہوتے ہیں، ہوا کا رُخ مخالف ہوتا ہے اور حالات ناسازگار۔ وہ سوچی سمجھی سکیموں کے بغیر محض اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کام شروع کر دیتا ہے اور نتائج کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ پھر وہ ہر آن اُسی سے راہنمائی حاصل کرتا اور اُسی کی طرف جھکتا ہے، ہر مشکل میں اُسی سے مدد چاہتا اور اُسی کی نصرت کا طالب ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت ہمیں یہی منظر نظر آتا ہے۔ منصوبہ بندی کا کچھ بھی دخل ہوتا تو ایک گاؤں کی بجائے ایک بڑا شہر منتخب کیا جاتا جس میں ہر قسم کے وسائل میسّر ہوتے۔ انابت الی اللہ اور نیم شبی دعاؤں کی بجائے ظاہری اسباب کی کثرت نظر آتی جو کامیابی کی ضامن ہوتی۔ مگر آپ کی کامیابی کا دار و مدار ظاہری اسباب اور منصوبہ بندی پر نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ پر تھا جس نے ہر مشکل میں آپ کو تسلّی دی، ہر روک کو دُور کیا اور مخالف و نامساعد حالات میں آپ کو کامیاب اور بامراد کیا۔

یہی کیفیت ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ الودود میں نظر آتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی بیماری کو دیکھ کر بعض اربابِ حل و عقد نے ظاہری تدبیروں سے کام لیتے ہوئے جماعت میں یہ خیال پیدا کرنا چاہا

کہ صدر انجمن احمدیہ جو اہلِ علم اور باتدبیر اصحاب پر مشتمل تھی حاکم ہو اور خلیفہ محکوم۔ چنانچہ کبھی جلسہ سالانہ کی تقریروں میں اِن خیالات کی اشاعت کی کوشش کی تو کبھی اخبارات اور رسائل کے ذریعہ جماعت کو اس کی افادیت کا قائل کرنا چاہا۔ ہر قسم کے وسائل انہیں میسّر تھے مال و دولت، علم و فضل، وجاہت، اقتدار اور اثر و رسوخ مگر مخلصینِ جماعت ان کی باتوں میں نہ آئے اور انہوں نے حضرت المصلح الموعود صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ کی زیرِ قیادت بے سروسامانی کے عالم میں عبادت، ذکرِ الٰہی اور دعاؤں پر زور دیا۔ وہ ہر آن خدا کی طرف جھکے اور اُسی سے راہنمائی اور مدد چاہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر حضور نے منکرینِ خلافت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اُن میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے تاکہ جماعت میں اتحاد اور اتفاق قائم رہے اور جماعت اختلاف و انشقاق سے بچی رہے۔ چنانچہ جب مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ جماعت میں اختلاف ہے اور وہ ایک ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں تو حضور نے اُس وقت اُنہیں یہی جواب دیا کہ وہ کسی کو بھی اپنے میں سے مقرر کر لیں حضور اُس کی بیعت کر لیں گے۔ بعد میں حضور نے حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب رضؓ سے اپنے اِس جواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مَیں نے مولوی صاحب (مولوی محمد علی صاحب) کو یہ جواب دیا کہ یہ بات درست نہیں کہ ہم میں ایسا اختلاف موجود ہے کہ کوئی فریق دوسرے کی بیعت کرنے کو تیار نہیں آپ اپنے آدمیوں میں سے کسی کو مقرر کر لیں میں اس کی بیعت کرتا ہوں"۔

(اصحاب احمد جلد پنجم حصّہ دوم صفحہ ۱۴۷)

مگر جماعت کے اخلاص کو دیکھ کر منکرینِ خلافت یہ باور کرنے کیلئے تیار نہیں تھے کہ حضور اور حضور کے رفقاء اُن میں سے کسی کی بیعت کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اس لئے انہوں نے حضور کی اِس تجویز پر صاد نہ کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کے وصال پر جب منکرینِ خلافت کے ساتھ اتحاد کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو حضور ایدہ اللہ اور دیگر مخلصینِ جماعت نے فیصلہ کیا کہ وہ معاملہ کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے رات دعاؤں میں گزاریں گے اور نمازِ تہجد میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے التجا کریں گے کہ اِس نازک موقع پر اپنی جماعت کی شیرازہ بندی کو قائم رکھنے کے خود سامان پیدا کر دے اور پھر اگلے روز روزہ رکھیں گے اور تمام وقت دعاؤں میں صرف کریں گے۔ حضور نے اور حضور کے ساتھ دیگر مخلصین نے ظاہری تدبیروں، منصوبہ بندیوں، سکیموں اور سازشوں کی بجائے سب کچھ اُس خدا پر چھوڑ دیا جس نے اپنے ہاتھ سے یہ پودا لگایا تھا اور جو اِس باغ کا خود باغبان اور محافظ ہے۔ اِس نازک موقع پر مخلصینِ جماعت نے رو رو کر دعائیں کیں اور اُسی سے راہنمائی اور مدد کی درخواست کی۔

نمازِ عصر کے بعد احباب مسجد نُور میں جمع ہوئے منکرینِ خلافت نے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا کہ انتخابِ خلافت کچھ عرصہ کیلئے ملتوی کر دیا جائے۔ یہ تجویز وابستگانِ خلافت کیلئے قابلِ قبول نہ تھی۔ انہوں نے اصرار کیا کہ تدفین سے قبل خلیفۃ المسیح کا انتخاب ہونا چاہیئے۔ اِس پر منکرینِ خلافت وہاں سے اُٹھ گئے اور مخلصینِ جماعت نہایت جوش کے عالم میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ کی طرف بڑھے اور اصرار کیا کہ حضور اُن سے بیعت لیں۔ یہ سارا واقعہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوا کہ حضور اس کے لئے

تیار نہ تھے۔ حضور ایدہ اللہ اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"عصر کی نماز پڑھ کر ڈیڑھ ہزار سے دو ہزار تک آدمیوں کے مجمع میں مکرمی خان محمد علی خان صاحب جاگیردار مالیر کوٹلہ نے بحیثیت حضرت خلیفہ اول رضؓ کے وصی ہونے کے مجلس میں آپ کی وصیت پڑھ کر سنائی اور لوگوں سے درخواست کی کہ وہ آپ کی وصیت کے مطابق کسی شخص کو آپ کا جانشین تجویز کریں۔ اس پر لوگوں نے میرا نام لیا جس کے بعد مولوی محمد احسن صاحب نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کہا کہ میرے نزدیک بھی یہی خلیفہ ہونے چاہئیں۔ اس پر لوگوں نے شور کیا کہ بیعت لی جائے۔ میں نے اس امر میں پس و پیش کیا اور باوجود لوگوں کے اصرار کے انکار کیا مگر لوگوں کا جوش اسی طرح زور پر تھا جس طرح حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ اور بعض لوگوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا کہ آپ بیعت لیں۔ میں نے پھر بھی پس و پیش کیا تو بعض لوگوں نے جو قریب بیٹھے تھے اصرار کیا کہ جماعت کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے آپ ضرور بیعت لیں۔ اور میں نے دیکھا کہ لوگ بیعت کے جوش سے اس قدر بھرے ہوئے تھے اور آگے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ میں بالکل آدمیوں میں چھپ گیا اور اگر بعض لوگ ہمت کر کے میری پیٹھ کے پیچھے حلقہ نہ بنا لیتے تو قریب تھا کہ میں کچلا جاتا۔ مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہ تھے اور میں نے اسی بات کو عذر بنانا چاہا اور کہا کہ مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہیں ہیں۔ اس پر مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے کہا کہ میں الفاظِ بیعت دہراتا جاؤں گا آپ بیعت لیں۔ تب میں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے اور اس کے منشاء کو قبول کیا اور لوگوں سے بیعت لی۔" (آئینۂ صداقت صفحہ ۱۹۱-۱۹۱)

خاکسار قارئین کرام کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے کہ اہلِ پیغام اپنی تحریروں اور تقریروں میں حضور پر یہ الزام لگاتے تھے کہ آپ نعوذ باللہ خلافت کے منصب پر خود فائز ہونے کے لئے اُن کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مگر حضور ایدہ اللہ کا یہ عالم ہے کہ حضور کو بیعت کے الفاظ تک یاد نہیں اور حضور اسی وجہ سے بیعت لینے میں پس و پیش کر رہے ہیں جیسا کہ حضور فرماتے ہیں :۔

"مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہ تھے اور میں نے اسی بات کو عذر بنانا چاہا۔"

اگر اہلِ پیغام کی بات صحیح ہوتی اور یہ سب کچھ سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت ہوا ہوتا اور حضور کے دل میں کبھی خلافت کے منصب پر فائز ہونے کا خیال تک بھی آیا ہوتا تو حضور ایدہ اللہ کو بیعت کے الفاظ تو ضرور یاد ہونے چاہئیے تھے۔ یہی ایک چھوٹی سی بات اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ حضور پُر نور کو دل میں اس بات کا یقینِ واثق تھا کہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے خلیفہ بناتا ہے اور کسی سوچی سمجھی سکیم اور منصوبہ بندی سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے منشاء کے بغیر کبھی خلافت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔ وھوا المراد والمقصود ❖

اطاعتِ خلفاء

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے)

نبوّت کے بعد خلافت ایک لازمی اور ضروری چیز ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:۔

مَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ۔

یعنی کبھی کوئی نبوّت قائم نہیں ہوئی مگر اس کے بعد خلافت ضرور قائم ہوئی ہے۔

گویا خلافت کا قیام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ ہمارا نبی اپنے مشن میں کامیاب ہوا ہے اور وہ مومنوں کی ایک جماعت چھوڑ گیا ہے جو ایک وحدت و تنظیم کی لڑی میں پروئی ہوئی ہے اور اپنے نبی متبوع کی امانت کی حامل ہے۔ خلافت وہ الٰہی انعام ہے جو مومنوں کی اِس جماعت کو دیا جاتا ہے۔ خلافت نبی متبوع کی قومی زندگی کا دوسرا نام ہے۔ خلفاء کے ذریعہ انوارِ نبوّت زمانۂ دراز تک ممتد کئے جاتے ہیں۔ خلفاء اپنے نبی متبوع کے اظلال ہوتے ہیں اور اپنے آقا کی خالی کرسی پر ہی بیٹھتے ہیں۔ اِس لئے ان کی اطاعت کرنا اُسی طرح سے مومنوں پر فرض ہوتا ہے جس طرح ان پر انبیاء کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مندرجہ ذیل حدیث میں خلفاء کے جاری کردہ طریقوں کی پیروی مومنوں پر اپنی سُنّت کی اتباع کی طرح ہی فرض قرار دی ہے۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ:۔

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ذَاتَ يَومٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهُ الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوبُ۔ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَأَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ

ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں نہایت ہی پُر اثر اور دلنشین وعظ کیا۔ جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور دل دھڑکنے لگے۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیں یہ الوداعی نصیحت فرما رہے ہیں۔ پس آپ فرمائیں کہ وہ کونسی بات ہے جس کی آپ ہمیں خاص طور پر تاکید

عَبْدًا حَبْشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ فَتَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صـ۱۲۷)

فرماتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ، احکام کے سننے اور انکی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ یاد رکھو کہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میری سنّت پر قائم رہو اور خلفاء راشدین جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں کی سُنّت پر قائم رہو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو بلکہ اپنی داڑھوں کے ذریعہ اُسے مضبوطی سے تھام لو۔ اور دین کے اندر نئے امور داخل کرنے سے بچنا کیونکہ ہر نئی چیز جو دین کے ایک لازمی حصہ کے طور پر اختیار کی جائے گی وہ بدعت ہوگی اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد سے خلفاء کی اطاعت کی اہمیّت اظہر من الشمس ہے۔ بعض نادان اِس وسوسہ کا شکار ہو جاتے ہیں کہ کیا خلفاء غلطی نہیں کر سکتے؟ اور اگر کر سکتے ہیں تو قوم کا فرض ہے کہ وہ غلطی کی اصلاح کر دے اور خلیفہ کو قال اللہ وقال الرسول پر گامزن رکھے حالانکہ خلفاء قال اللہ وقال الرسول کے تحت ہی احکام جاری کرتے ہیں۔ ان پر اعتراض کرنیوالے دراصل اس امر کے مدعی ہوتے ہیں کہ قال اللہ وقال الرسول کی وہ تشریح جو خلیفۂ وقت نے پیش کی ہے غلط ہے اور ہماری پیش کردہ تشریح درست ہے لہذا قوم کو بجائے خلیفۂ وقت کی اطاعت کے ہماری اطاعت کرنی چاہیئے۔ یہ نادان اُس وقت یہ امر فراموش کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ خلیفہ کی رائے اگر غلط ہو سکتی ہے تو ان غیر ہدایت یافتہ بیوقوف معترضین کی رائے بدرجہ اولیٰ غلط ہو سکتی ہے۔ اور اگر امکان یہ ہے کہ غلطی دونوں طرف سے ہو سکتی ہے تو پھر قومی اتحاد کی خاطر ہی خلیفہ کی اطاعت موجود پر فرض ہونی چاہیئے۔ ایسے لوگ دراصل ایک رنگ میں خود خلافت کے مدعی بن جاتے ہیں اور لوگوں کو خلیفۂ وقت کی اطاعت سے رُوگردان کر کے اپنی رائے کا پابند کرنا چاہتے ہیں۔ دراصل ایسے معترضین صرف جذباتی عدم توازن کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے اعتراضات خلفاء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ خلفاء اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سائے کے تلے ہوتے ہیں خلفاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ

یعنی اللہ تعالیٰ دین کی اُسی تشریح کو دنیا میں تمکنت بخشتا ہے جسے وہ خلفاء کے لئے پسند کرتا ہے

خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ (سورۂ نور) اور ان کے خوف کے بعد امن کی حالت پیدا کرتا ہے۔

یہ وعدہ خلفاء کے ساتھ ہے اُن کے معترضین کے ساتھ یا قوم کے باقی ماندہ افراد کے ساتھ نہیں ہے۔

اس قسم کی وسوسہ اندازی کرنے والے اپنی رائے کی تائید میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بھی پیش کرتے ہیں کہ اِنْ زُغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے وقت فرمایا تھا کہ اے مسلمانو! اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دیا کرنا۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ کلام کسرِ نفسی کے رنگ میں ہے۔ کہتے ہیں کہ ع ہر کہ عارف تر است ترساں تر۔ کہ کاملین و عارفین زیادہ ڈرنے والے اور محتاط ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے قرآن کریم میں کلام کیا ہے جیسے کہ آتا ہے:۔

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا۔ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ (الاعراف: ۹۱)

یعنی جب حضرت شعیب علیہ السلام کو مخالفین نے دھمکی دی کہ ہم تجھے اپنے مذہب میں لَوٹ آنے پر مجبور کر دیں گے تو انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم تمہارے مذہب میں لَوٹ بھی آئیں (تو اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ تم سچے ہو بلکہ یہ ہوں گے) کہ جب ہم ایمان لائے تھے تو ہم نے اللہ پر جھوٹا افتراء کیا تھا اور ہمارے لئے ناممکن ہے کہ اِس (پہلے مذہب) کی طرف لوٹیں سوائے اسکے کہ اللہ کی جو ہمارا رب ہے ایسی مشیت ہو۔ ہمارا رب ہر چیز کا کامل علم رکھتا ہے۔

اب دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ بُت پرستی کا حکم دے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کے کسی نبی کے لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دینِ حق سے ارتداد اختیار کرے۔ پس یہ کسرِ نفسی کا کلام ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام اِنْ زُغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ بھی اِسی قبیل سے ہے۔ یا پھر اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر تمہاری نگاہ میں میں کوئی غلط پالیسی اختیار کروں تو تم اپنی طرف سے اصلاحی تدبیر عمل میں لے آیا کرو یعنی مجھے اس کی طرف توجہ دلایا کرو۔ اِس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مقام سے دستبردار ہوتا ہوں اور تمہاری اصلاحات کے تابع ہوں۔ چنانچہ عملاً حضرت ابوبکرؓ نے ایسا ہی کر دکھایا۔ ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ سمیت تمام صحابہؓ اِس امر پر متفق تھے کہ لشکرِ اسامہؓ کو مدینہ میں روک لیا جائے اور قیصرِ روم سے جنگ شروع کرنے کے لئے اسے روانہ نہ کیا جائے۔ اُن کے اِس مشورہ کی بنیاد یہ تھی کہ چونکہ مدینہ پر یورش ہو رہی ہے پہلے اسے فرو کرنا ضروری ہے۔ صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا نمائندہ بنایا اور اُن کے ذریعہ یہ امر حضرت ابوبکرؓ کے سامنے پیش کیا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اُن کے اِس مشورہ کو ہاں اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متفقہ مشورہ کو سختی سے رد کر دیا اور

فرمایا کہ :-

" ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ یا ملتوی کر دے ۔ خدا کی قسم اگر باغی مدینہ میں گھس آئیں اور مسلمان عورتوں کی لاشوں کو کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اِس لشکر کو نہیں روکوں گا ۔"

بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ خلیفۂ وقت کی رائے ہی صائب تھی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے بلانے پر بول رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت اس کے قلب پر نازل ہو رہی تھی ۔ یہ مقام باقی صحابہ کو اُس رنگ میں حاصل نہ تھا ۔

اب دیکھ لیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کس رنگ میں اپنے خلفاء کی اطاعت کی اور اس کے کیسے عظیم الشان نتائج برآمد ہوئے ۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلام کا سیلاب معلوم دنیا کے کناروں سے ٹکرانے لگا ۔ اس کا ایک سرا مملکتِ چین کی سرحدوں سے ٹکرا رہا تھا تو دوسرا سرا فرانس کے جنوبی پہاڑوں کو ٹھوکریں مار رہا تھا ۔ یہ سب کرشمہ ایک ہاتھ پر جمع ہونے کا تھا ۔

خلافتِ احمدیہ کو بھی دیکھ لیں کہ ۱۹۱۴ء کے بعد انجمن انجمن، جمہوریت جمہوریت کا نعرہ لگانے والے کس طرح ناکام و نامراد رہے اور خلافتِ احمدیہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے کس طرح احمدیت کو اکنافِ عالم میں پھیلا دیا ۔ دسمبر کے آخری دنوں میں جماعتِ احمدیہ کے مرکز ربوہ کے جلسۂ سالانہ کا منظر بھی دیکھو اور پھر منکرینِ خلافت کے جلسہ سالانہ لاہور کا نظارہ بھی دیکھو ۔ شاید آپ کو وہاں وہ نظارہ بھی نظر نہ آئے جو لاہور میں ہی ہر جمعہ کے روز احمدیہ "دارالذکر" میں نظر آتا ہے ۔ جماعت کے بجٹ کی ایزادی کی رفتار کو ہی دیکھو کس طرح سال بسال بڑھتا چلا گیا، پھر کس طرح دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم پھیلائے گئے، یورپ میں اور دوسرے بیرونی مقامات پر مساجد تعمیر کی گئیں، مخلصین کی جماعتیں قائم ہوئیں اور برابر ہو رہی ہیں ۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہوا ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ۔ جماعتِ مبایعین کی رفتارِ ترقی اور روز افزوں کامیابی کو دیکھ کر ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نصرت کا ہاتھ حامیانِ خلافت پر ہے یا منکرین خلافت پر ؟

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی پچاس سالہ خلافت کے واقعات ایک ایک کر کے خلافت کی برکات کو آشکار کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعتِ احمدیہ کو قیامت تک اپنے خلفاء کی اِسی طرح سے اطاعت کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے تا جماعت ہمیشہ افضالِ خداوندی اور شآبیبِ رحمت کی وارث ہوتی چلی جائے ۔ آمین ۔ ثم آمین ۔ برحمتك یا ارحم الراحمین +

حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام کی ایک دردمندانہ دُعا

خلافتِ ثانیہ کے عہدِ مبارک میں اُسکی قبولیت کا عملی ظہور

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکمیلِ اشاعتِ اسلام کی غرض سے دنیا میں مبعوث فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کی تمام تر جدوجہد کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ اسلام دنیا میں غالب آ جائے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے ضمن میں آپ کو ایک بہت گرم جوش فطرت عطا فرمائی تھی۔ آپ کی ایک ہی تمنّا اور ایک ہی خواہش تھی کہ اسلام کا پیغام دُنیا کے کناروں تک پہنچے اور وہ کروڑوں کروڑ لوگ جو ابھی تک مُردہ پرستی کی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں اِس تاریکی سے باہر آئیں اور جوق در جوق اسلام میں داخل ہو کر اپنے سینہ و دل کو ہدایت کے نور سے منوّر کریں۔

چونکہ اسلام پر سب سے زیادہ اعتراض یورپ کی طرف سے کئے گئے تھے اس لئے یورپ کی طرف آپ کو خاص توجہ تھی اور آپ چاہتے تھے کہ اہلِ یورپ پر اسلام کی خوبیاں واضح کی جائیں تا اُنہیں سچے خدا کی معرفت نصیب ہو۔ اِس غرض کے پیشِ نظر آپ نے اپنی کتاب "ازالہ اوہام" کے آخر میں "اسلام کو یورپ و امریکہ میں پھیلانے کی احسن تجویز" کے زیرِ عنوان ایک بصیرت افروز نوٹ رقم فرمایا جس میں آپ نے یورپ میں اسلامی لٹریچر کو پھیلانے کی اہمیت پر بہت زور دیا۔ مزید براں اِسی تعلق میں آپ نے بدرگاہِ ربّ العزّت دردو الحاح سے ایک خاص دعا بھی مانگی اور پوری مداومت کیساتھ تمام عمر یہ دعا مانگتے رہے۔ دعا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یورپین لوگوں میں سے کسی ایسے دردمند شخص کو قبولِ اسلام کی توفیق دے کہ جو اسلام کو پورے طور پر سمجھنے اور اس پر عامل ہونے کے بعد خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور پھر اپنے ہموطنوں کو اسلام کی طرف دعوت دے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے اپنی اِس دلی تمنّا اور دردمندانہ دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

> "ہم ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں اور ہماری ہمیشہ سے یہ آرزو ہے کہ یورپین لوگوں میں سے کوئی ایسا نکلے جو اِس سلسلہ کے لئے زندگی کا حصہ وقف کرے۔ لیکن ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ صحبت میں رہ کر رفتہ رفتہ وہ تمام ضروری اصول سیکھ لیوے جن سے اہلِ اسلام پر سے ہر ایک داغ دُور ہو سکتا ہے اور وہ تمام قوت اور شوکت سے بھرے ہوئے دلائل سمجھ لیوے جن سے یہ مرحلہ طے ہو سکتا ہے۔ تب وہ دوسرے ممالک میں جاکر اِس خدمت کو ادا

کر سکتا ہے۔ اس خدمت کے برداشت کرنے کے لئے ایک پاک اور قوی رُوح کی ضرورت ہے جس میں یہ ہوگی وہ اعلیٰ درجہ کا مفید انسان ہوگا اور خدا کے نزدیک آسمان پر ایک عظیم الشان انسان قرار دیا جائے گا۔"

(البدر جلد ۲ نمبر ۴۱، ۴۲ مورخہ ۲۹ اکتوبر و ۸ نومبر ۱۹۰۳ء)

ہر چند کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانۂ مبارک میں ہی آپ کے اشتہاروں اور کتب وغیرہ کے ذریعے اسلام کا پیغام یورپ و امریکہ میں پہنچنا شروع ہو گیا تھا اور بعض یورپین باشندوں نے اسلام قبول بھی کر لیا تھا تاہم خدائی فیصلے کے بموجب یورپ و امریکہ میں اسلام کی باقاعدہ اور منظم تبلیغ کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے موعودہ عہدِ خلافت میں ہونا مقدّر تھا۔ چنانچہ ایشیا اور افریقہ کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں بھی خلافتِ ثانیہ کے عہدِ مبارک کے گزشتہ پچاس سالوں میں احمدیہ مشنوں کے قیام اور عالیشان مساجد کی تعمیر کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی راہ جس شان سے ہموار ہوئی ہے اور مغرب کے قریباً ہر ملک میں مخلص، دردمند اور فدائی قسم کے نومسلم احمدیوں کی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا ہے وہ ایک ایسی مبرہن حقیقت ہے جس سے اپنے اور پرائے سب واقف ہیں اور ایک زمانہ اس کا قائل و معترف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خلافتِ ثانیہ کے بابرکت دَور میں حضور علیہ السّلام کی مذکورہ بالا دردمندانہ دعا کی قبولیت کا عملی ظہور بھی اِس شان سے ہوا ہے کہ جس کے تصوّر سے روح پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوئے بغیر نہیں رہتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تو آج سے ساٹھ سال قبل اللہ تعالیٰ کے حضور یورپین لوگوں میں سے پاک اور قوی روح والے ایک ایسے فرد کے آگے آنے کی دعا کی تھی جو خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگی کا ایک حصّہ وقف کرے اور صداقتِ اسلام کے دلائل سیکھ کر وہاں کے ملکوں میں دیوانہ وار اسلام پھیلائے لیکن خدا تعالیٰ حضور کی اِس دعا کو شرفِ قبول سے نوازنے کو خلافتِ ثانیہ کے مبارک دَور میں ایک نہیں بلکہ یورپ کے کئی ایسے دردمند اور مخلص نوجوانوں کو اسلام کی آغوش میں کھینچ لایا ہے جنہوں نے خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں اور جنہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے صداقتِ اسلام کے دلائل پر عبور حاصل کیا ہے اور جو اَب مغربی ممالک میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ بڑی کامیابی کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔ ان کی زندگیاں اسلام کی جیتی جاگتی تصویر ہیں اور انہوں نے اپنے اوقاتِ عزیز کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ذیل میں ہم حضور علیہ السّلام کی دردمندانہ دعا کی قبولیت کے ثبوت میں ایسے تین نہایت مخلص اور فدائیِ اسلام یورپین نومسلموں کا ذکر کرتے ہیں جو خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے کے بعد باقاعدہ مبلّغینِ اسلام کے طور پر نہایت اہم خدمات بجا لا رہے ہیں۔ یہ تینوں یورپین

واقفینِ زندگی حضور علیہ السلام کی دردمندانہ دعا ہی کا ثمرہ ہیں اِن میں سے ہر ایک اسلام اور احمدیت کی صداقت کے ایک زندہ نشان کی حیثیت رکھتا ہے اور بلاشُبہ ایسا خوش بخت و خوش نصیب ہے کہ پاک اور قوی روح رکھنے کے باعث خدا تعالیٰ کے نزدیک آسمان پر عظیم الشان انسان قرار پائے۔ یورپین واقفینِ زندگی کا یہ تذکرہ کسی قدر تصرف کے ساتھ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر کی اُس تقریر سے ماخوذ ہے جو آپ نے جلسۂ سالانہ ۱۹۶۲ء کے موقع پر فرمائی تھی اور جو "جماعتِ احمدیہ کا تبلیغی نظام اور اس کے نتائج" کے زیرِ عنوان ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔

یورپ کے اِن خوش بخت و خوش نصیب واقفینِ زندگی میں سے سرِفہرست ہمارے برطانوی نژاد نومسلم احمدی بھائی مبلّغِ اسلام مسٹر بشیر احمد آرچرڈ کا نام آتا ہے۔ قبولِ اسلام میں اپنی سبقت اور نمایاں خدمات کی وجہ سے وہ اِس بات کے مستحق ہیں کہ سب سے پہلے انہی کا ذکر کیا جائے۔ ۱۹۴۴ء کی بات ہے کہ برما فرنٹ پر وہ چودھویں انڈین آرمی میں ایک ذمہ دار افسر کے طور پر جنگ میں حصّہ لے رہے تھے۔ اسی دوران میں انہیں دو ہفتہ کی چھٹی ملی۔ وہ اِس شش و پنج میں تھے کہ اپنی یہ رخصت کہاں جا کر گزاریں۔ ایک احمدی حوالدار کلرک (جناب عبدالرحمٰن صاحب دہلوی) نے انہیں قادیان جانے کا مشورہ دیا۔ پہلے تو وہ ٹالتے رہے مگر ان کے بار بار ترغیب دلانے پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے رخصت کے یہ ایام قادیان میں گزارے۔ وہاں جا کر انہوں نے جو کچھ دیکھا اور جو اثر قبول کیا اسے انہوں نے خود قلمبند کیا ہے چنانچہ وہ رقمطراز ہیں :۔

"قادیان نے مجھ پر ایک گہرا اثر کیا۔ کیونکہ یہاں مَیں نے اسلام کو اِس رنگ میں دیکھا جیسا کہ مَیں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس بستی اور اس بستی میں رہنے والوں کے نیک اور پاک اثر نے میرے دل کو موہ لیا۔ مجھے اُس وقت تک اسلام کے اصولوں اور تعلیمات کا کوئی علم نہ تھا اس لئے اسلامی تعلیم کی کوئی خوبی اُس وقت مجھ پر اثر انداز نہ ہوئی۔ البتہ اِس درخت کے پھلوں کی مٹھاس نے بے اختیار مجھے اپنی طرف جذب کر لیا کیونکہ ایسا میٹھا پھل مَیں نے کسی اَور مذہب کے درخت پر نہ دیکھا تھا۔ اِس مختصر سے قیام میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہؤا۔ مجھے ایسا محسوس ہؤا کہ گویا مَیں ایک آسمانی وجود کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ بیشک وہ اِس دُنیا ہی کے رہنے والے تھے لیکن باوجود اِس کے وہ کسی اَور دُنیا کے وجود معلوم ہوتے تھے۔"

قادیان کے روحانی ماحول میں اِس مختصر قیام کے دَوران ہی اسلام کی صداقت ان کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ وہ ایک بدلے ہوئے انسان کی طرح اُس روحانی ماحول کی مقدّس یاد ساتھ لئے وہاں سے واپس جا کر فوج میں اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوئے۔ بعد ازاں وہ فوج سے فارغ ہو کر دوبارہ قادیان آئے اور نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسلام قبول کیا بلکہ اپنی زندگی بھی خدمتِ اسلام کی خاطر وقف کر دی۔ قادیان میں رہ کر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دلی آرزو کے عین مطابق

وہ تمام ضروری اصول سیکھے جن سے اہلِ اسلام پر سے ہر ایک داغ دُور ہوجاتا ہے اور وہ تمام قوت اور شوکت سے بھرے ہوئے دلائل سمجھے جن سے یہ مرحلہ بآسانی طے ہوجاتا ہے۔ اسلام قبول کرنے اور خدمتِ اسلام کے لئے زندگی وقف کرنے کے بعد اُن کی ہستی پر ایسا ہمہ گیر انقلاب آیا کہ ان کی یکسر کایا ملیٹ گئی۔ اب عبادتِ الٰہی اور دعاؤں میں شغف کے علاوہ اوامر و نواہی پر عمل درآمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی اتباع ان کا طرّۂ امتیاز بن گیا۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے ان پر غیر معمولی فضل کیا اور انہیں رویا و کشوف کی نعمت سے نوازا۔ پہلے تو چند سال تک انہوں نے مرکز کی زیرِ ہدایت اسکاٹ لینڈ میں فریضۂ تبلیغ ادا کیا۔ پھر انہیں جنوبی امریکہ کے ملک برٹش گی آنا میں بطور مبلغ متعین کیا گیا۔ چنانچہ گزشتہ کئی سال سے آپ وہاں نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اور ان کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی درد مندانہ دُعا کا ایک اور ثمرہ سویڈن کے مسٹر سیف الاسلام محمود ایرکسن ہیں۔ یہ بھی اپنے اخلاص نیکی تقویٰ اور للّٰہیّت میں اپنے ہم ملکوں کے لئے ایک نمونہ ہیں۔ یہ سکنڈے نیویا کے ممالک (ناروے، سویڈن، ڈنمارک اور فن لینڈ وغیرہ) میں سب سے پہلے احمدی مسلمان ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ علاج کی غرض سے یورپ تشریف لے گئے تو انہوں نے لندن میں حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اس کے ایک سال بعد ۱۹۵۶ء میں جب سویڈن میں مشن کھولا گیا تو ۱۸ سال کی عمر میں سب سے پہلے بیعت کر کے السابقون الاوّلون میں شامل ہونے کا خصوصی شرف ان کے حصّہ میں آیا۔ ان کے اخلاص و عقیدت کا ثبوت ایک واقعہ سے ملتا ہے جو اگرچہ بظاہر معمولی سا واقعہ ہے لیکن اسے بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ جب ۱۹۵۷ء میں محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر احمدیہ مشنوں کے دورہ پر یورپ تشریف لے گئے اور اس سلسلہ میں سویڈن بھی گئے تو اُس وقت وہ فوج میں جبری فوجی تعلیم کا کورس کر رہے تھے اور اُن دنوں میں کسی کو رخصت ملنا تقریباً ناممکن تھا۔ لیکن وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ صاحبزادہ صاحب سویڈن تشریف لائیں اور وہ ان کیساتھ ملاقات کے شرف سے محروم رہیں۔ چنانچہ انہوں نے نامساعد حالات کے باوجود یہ درخواست پیش کر کے کہ ہمارا ایک مذہبی لیڈر آرہا ہے اور میرے لئے اُس سے ملنا بہت ضروری ہے اپنے افسران سے رخصت حاصل کر لی اور اس طرح ایک دن محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کے ساتھ گزارا۔

اِسی طرح فوجی تعلیم کے دوران اسلامی تعلیم پر کماحقہٗ عمل پیرا ہونا بظاہر ان کے لئے ممکن نظر نہ آتا تھا لیکن انہوں نے اپنے اِس امتیاز کو برقرار رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ پہلی دقّت یہ تھی کہ اِس ٹریننگ کے دوران حلال گوشت میسّر آنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سب فوجیوں کو ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھانا پڑتا تھا اور اُس میں اکثر و بیشتر سؤر کا

گوشت ہوتا تھا۔ اس مشکل کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ اس تمام عرصہ میں محض سبزیوں پر ہی گذارا کرتے رہے اور حرام گوشت کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ دوسری دقت نمازوں کی ادائیگی کے لئے رخصت حاصل کرنا تھی کیونکہ سویڈن کی فوج میں پہلے کبھی ایسی ضرورت پیش نہ آئی تھی اور کوئی ایسا قانون موجود نہ تھا جس کی رو سے ان کو ایسی رخصت دی جاسکتی لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور نمازوں کی ادائیگی کے لئے رخصت حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہے بالآخر ان کی یہ درخواست بادشاہ کے سامنے پیش ہوئی اور بادشاہ نے پہلے اور منفرد کیس کے طور پر انہیں پنجگانہ نمازوں اور عید کے لئے رخصت کی خصوصی منظوری عطا کی۔ سویڈن کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ کسی مسلمان شہری نے ایسا مطالبہ کیا ہوا اور پھر وہ مطالبہ منظور بھی ہو گیا ہو۔ اتنی کمسنی میں ایک یورپی نوجوان کا جس کا سارا ماحول عیسائی ہے اسلام قبول کرنا اور پھر اسلامی تعلیمات پر اس سختی سے عمل پیرا ہونا ایک معجزہ سے کم نہیں ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دردمندانہ دعا کا ثمرہ اور حضورؑ کے انفاس قدسیہ کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے۔

فوج کا کورس مکمل کرنے کے بعد مسٹر سیف الاسلام محمود ایرکسن نے خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر ڈالی اور باقاعدہ جماعت کے ایک آنریری مبلغ کے طور پر تبلیغِ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ وہ ایک رسالہ بھی نکالتے ہیں جس کا نام "ایکٹو اسلام" (Active Islam) ہے۔ یہ سکنڈے نیویا کی تین زبانوں سویڈش، نارویجین اور ڈینش میں شائع ہوتا ہے۔ اور باقاعدگی سے نکل رہا ہے۔ یہ دوست خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی بھی ہیں نماز اور روزہ کے علاوہ تہجد گزار اور دعاؤں میں شغف رکھنے والے ہیں۔ یہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ملاقات نیز قادیان اور ربوہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے ۱۹۶۳ء کے اوائل میں یہاں بھی آئے تھے چنانچہ انہوں نے رمضان کا بابرکت مہینہ ربوہ اور قادیان میں گزارا اور مرکزِ سلسلہ میں رہ کر اس ماہ مبارک کی خصوصی برکات سے مستفیض ہوئے عید الفطر مناتے کے بعد وہ اپنے وطن واپس تشریف لے گئے اور اب پہلے ہی کی طرح وہاں تبلیغی مہمات میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

یورپ کے تیسرے خوش بخت و خوش نصیب نومسلم احمدی نوجوان جنہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دردمندانہ دعا کی قبولیت کے ایک عظیم الشان نشان کے طور پر اپنی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کی ہوئی ہے ڈنمارک کے مسٹر عبد السلام میڈسن ہیں۔ وہ اپنے ملک کے ابتدائی احمدیوں میں سے ہیں۔ ان کے والد کلیسیائے ڈنمارک کے ایک ممتاز پادری ہیں اور ان کے ماموں عدن میں عیسائی مشنری کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ عیسائیت بچپن ہی سے اُن کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی تھی۔ وہ خود بھی ایک پادری کے طور پر اپنی زندگی عیسائیت کی خدمت میں بسر کرنا چاہتے تھے۔ اس غرض کے پیشِ نظر انہوں نے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کالج

میں داخلہ لیا اور مذہبی تعلیم کے حصول میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ اس دوران میں ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا جس نے اُن کی زندگی کے رُخ کو یکسر موڑ کر رکھ دیا۔ ہوا یوں کہ اُن کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ قرآن مجید کا مطالعہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے ترجمۂ قرآن کریم کا ایک نسخہ حاصل کر کے اس کا بغور مطالعہ کیا۔ قرآنی تعلیم کی مقناطیسی قوت نے ان کی سعید روح کو ایسا جذب کیا اور وہ اس کے حسنِ دل افروز سے اس قدر متاثر ہوئے کہ عیسائیت پر سے ان کا ایمان یکسر اُٹھ گیا۔ وہ جس مذہبی کالج میں پادری بننے کی تعلیم حاصل کر رہے تھے انہوں نے اس کے پرنسپل کو لکھا کہ میں ابھی تک مسلمان تو نہیں ہوا ہوں لیکن قرآن کریم کا مطالعہ کرنے کے بعد میں واضح طور پر کہہ سکتا ہوں کہ عیسائیت پر سے میرا ایمان اُٹھ چکا ہے لہٰذا میرا استعفاء منظور کر لیں۔

کالج میں عیسائیت کی تعلیم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد وہ اسلام کے گہرے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران میں جب جماعت احمدیہ نے ڈنمارک میں مشن کھولا اور پہلا مبلغ وہاں پہنچا تو انہوں نے اُس سے رابطہ قائم کر کے اسلام کے متعلق اور زیادہ معلومات حاصل کیں۔ دونوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا جس میں نبوتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافت کے مسائل پر بھی باہم تبادلۂ خیالات ہوا۔ اس خط و کتابت کے دوران انہوں نے ایک خواب دیکھا جس کی بناء پر انہوں نے احمدیت قبول کر لی اور اس کے بعد سے بڑے جوش اور استقلال سے غیر مسلموں، غیر از جماعت مسلمانوں اور غیر مبایعین میں تبلیغ شروع کر دی۔ اس تبلیغی جدوجہد کے نتیجہ میں انہوں نے عیسائیوں سے "پست اخلاق" غیر از جماعت مسلمانوں سے "متعصّب" اور غیر مبایعین سے "گمراہ" کے خطاب پائے۔ مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنی تبلیغی مساعی میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اُن کی زبان میں اس قدر تاثیر عطا کی اور اُن کی مساعی میں ایسی غیر معمولی برکت ڈالی کہ جلد ہی اُن کے گرد مخلص اور فعّال نو احمدیوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی اور اس قدر نیک شہرت اُن کو ملی کہ بالآخر بڑے بڑے عیسائی علماء نے علی الاعلان ان کے حسنِ اخلاق اور نیک مساعی کی تعریف کی۔ احمدیت کے ساتھ میڈسن صاحب کے اخلاص و محبت اور حسنِ عقیدت کا یہ عالم ہے کہ ان کا کوئی لیکچر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے خالی نہیں ہوتا۔

میڈسن صاحب کو خدمتِ قرآن کا بھی خدا تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا۔ انہوں نے پہلے عربی پڑھی اور پھر قرآن شریف کے اکثر حصہ کا تفسیر کے ساتھ ڈینش زبان میں ترجمہ کیا جس کے اس وقت تک سات پارے چھپ چکے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی ہیں اور دوسرے چندوں میں بھی اس قدر حصہ لیتے ہیں کہ اُن کی تنخواہ کا بیشتر حصہ چندوں اور تبلیغی سفروں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے۔ نیز دفتری اوقات کے علاوہ اُن کا اکثر وقت تبلیغِ اسلام اور دوسرے دینی کاموں کے لئے ہی وقف رہتا ہے۔ انہوں نے متعدد ممالک کا دورہ بھی کیا ہے۔ اپنے اس دورہ کے سلسلہ میں جب وہ قاہرہ پہنچے تو انہوں نے شیخ الازہر علامہ محمود شلتوت مرحوم سے بھی ملاقات کی اور جماعتِ احمدیہ کے عقائد

کے بارہ میں اُن سے تبادلۂ خیالات کیا۔ شیخ الازہر کے ساتھ اُن کی یہ گفتگو (جو اکتوبر ۱۹۶۲ء کے ماہنامہ "انصار اللہ" میں شائع ہو چکی ہے) اس امر کی آئینہ دار ہے کہ بفضل اللہ تعالیٰ انہیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے بنیادی نظریات پر بڑا عبور حاصل ہے اور وہ دنیائے اسلام کے بڑے سے بڑے عالم کے ساتھ بھی ان کے متعلق پورے اعتماد اور کامیابی کے ساتھ تبادلۂ خیالات کر سکتے ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ اپنی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کی ہوئی ہے فی الحال وہ ڈنمارک میں اعزازی مبلغ کے طور پر خدمات بجا لا رہے ہیں۔ وہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۳ء کے موقع پر ربوہ بھی تشریف لائے تھے اور جلسہ میں شمولیت کی غیر معمولی سعادت کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ملاقات سے بھی مشرف ہوئے۔

ہم نے طوالت کے ڈر سے یہاں یورپ کے صرف تین ایسے نہایت مخلص اور پُرجوش احمدی نومسلموں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی ہیں اور جو باقاعدہ سلسلہ کے مبلغین کی حیثیت سے مغرب میں اسلام کی تبلیغ کا فریضہ بہت محنت اور جانفشانی سے ادا کر رہے ہیں ورنہ یورپ کے ہر ملک میں جہاں احمدیہ مشن قائم ہے اور بہت سے مخلص نومسلم موجود ہیں احمدیت اور اسلام کے ساتھ جن کی محبت اور جن کا جذبۂ قربانی و فدائیت قابلِ رشک ہے اور جنہوں نے باقاعدہ وقفِ زندگی نہ ہونے کے باوجود خدمت و اشاعتِ اسلام کے لئے عملاً اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی ہیں۔ اُن میں سے سوئٹزرلینڈ کے مسٹر عبد الرشید نوگل، ہالینڈ کی مسز ناصرہ زرمن، جرمنی کے مسٹر عبد الکریم ڈنکر، اور مسٹر عمر ہافر، آسٹریا کے ڈاکٹر ایرک سبیڈلر، یوگوسلاویہ کے مسٹر مدحت ابراہیم، ناروے کے مسٹر نور احمد بولستاد، اور انگلستان کی مسز علیمہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

یہ اسلام و احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے ضمن میں اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دردمندانہ دعا کی شکل میں اپنی اس دلی آرزو اور تمنا کا اظہار کرتے ہیں کہ یورپ میں سے کوئی ایسا شخص اسلام قبول کرے جو یہاں آکر صداقتِ اسلام کے قوت اور شوکت سے بھرے ہوئے دلائل سیکھے اور پھر اپنی زندگی کا ایک حصہ خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر کے مغربی ممالک میں اسلام پھیلائے۔ اس دعا پر ساٹھ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد خلافتِ ثانیہ کے بابرکت دور میں یورپ کے ایک نہیں تین ایسے مخلص اور فدائی نومسلم احمدی نوجوان آگے آتے ہیں کہ جو خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر کے مغربی دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ دیوانہ وار ادا کر کے دکھاتے ہیں اور پھر حضور علیہ السلام کی خواہش کے مطابق وہ مرکزِ سلسلہ میں آکر دینی علم حاصل کرنے کے علاوہ اس کی برکات سے بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ پھر یہی نہیں یورپ میں درجنوں اخلاص و عقیدت اور قربانی و ایثار کے مجسمے

ایسے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں جو باقاعدہ واقفینِ زندگی نہ ہونے کے باوجود عملاً خدمتِ اسلام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر ڈالتے ہیں اور وہاں ان سب کی قابلِ قدر مساعی کے نتیجہ میں ایک خوشکن روحانی انقلاب رونما ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کیا نعوذ باللہ کسی مفتری کی دعائیں یہ اثر ہو سکتا ہے کہ وہ اس قدر غیر معمولی طور پر شرفِ قبولیت سے نوازی جائیں۔ بلا شبہ یورپ کے یہ سب نومسلم احمدی نوجوان قوی اور پاک رُوح رکھنے کے باعث اللہ تعالیٰ کی قدرت و جلال کے زندہ و تابندہ نشان ہیں اور احمدیت کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح دنیا پر آشکار کر رہے ہیں۔ بے شک یہ ابھی تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دردمندانہ دُعا ابھی اور رنگ لائے گی اور یورپ کے ہزاروں نومسلم احمدی نوجوان وہاں تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

پھر یورپ کے ان واقفینِ زندگی کے وجودوں سے خلافتِ ثانیہ کے عہدِ مبارک کی عظمت و جلالتِ شان کا بھی کچھ کم اظہار نہیں ہوتا۔ یہ دَور بہت ہی مبارک و مقدس اور خدائی تائید و نصرت کے پیہم نزول کا دَور ہے۔ غلبۂ اسلام کے خدائی وعدوں کی تکمیل اسی دَور کے ساتھ وابستہ تھی چنانچہ گزشتہ پچاس سال سے ہم ان وعدوں کو درجہ بدرجہ پورا ہوتا دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ اسی ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دردمندانہ دعا کی قبولیت کا عملی ظہور جس کے نتیجہ میں یورپ کے نومسلم احمدی نوجوانوں نے خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرکے خدمت و فدائیت کا ایک نیا ریکارڈ قائم کر دکھایا ہے ہمارے لئے اور بھی زیادہ ازدیادِ ایمان کا موجب ہے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ بابرکت و مقدّس دَور اپنی عظیم الشان برکات اور غیر معمولی آسمانی تائیدات کے ساتھ دراز سے دراز تر ہوتا چلا جائے یہاں تک کہ اسلام باقی دنیا کے ساتھ ساتھ پورے یورپ پر بھی غالب آجائے۔

اٰمین یا ارحم الراحمین ٭

قراردادِ تعزیت

ہم جملہ ممبرانِ مجلس انصار اللہ منٹگمری چوہدری محمد تقی صاحب بیرسٹر ابن حضرت نواب محمد دین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عالمِ جوانی میں وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نواب زادہ صاحب مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے اور ہر آن سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔

(شریکِ غم۔ ممبران مجلس انصار اللہ منٹگمری)

سلسلہ احمدیہ کے ایک ممتاز خادم اور مستجاب الدعوات بزرگ کی رحلت!

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ امر بہت افسوسناک ہے کہ اس سال کے اوائل میں سلسلہ احمدیہ کے ایک اور ممتاز خادم اور مستجاب الدعوات بزرگ یعنی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے۔ حضرت مولانا صاحب رض نے بقضائے الٰہی ۱۶ اور ۱۷ مارچ کی درمیانی رات بعمر ۹۱ سال رحلت فرمائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا صاحب مرحوم صاحبِ رؤیا وکشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضِ صحبت کے نتیجہ میں آپ کو بھی حضور علیہ السلام کے عظیم روحانی ورثہ سے حصّہ وافر عطا ہوا تھا۔ آپ نے حضور کی صحبت میں رہ کر انوار و برکاتِ الٰہی کو کچھ اس طرح اپنے اندر جذب کیا تھا کہ آپ کا وجود بھی اپنے رنگ میں خدا نما وجود بن گیا تھا۔ اسی لئے آپ کی دعائیں اللہ تعالےٰ کی جناب میں بہت مقبول تھیں۔ لوگ بکثرت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ بلا تفریق و امتیاز ہر ایک کے لئے ہی فوراً ہاتھ اُٹھا کر اس قدر درد و الحاح سے دعا کرتے کہ دعا میں شامل ہونے والوں پر بھی سوز وگداز اور رقت کی ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی۔ پھر میدانِ تبلیغ میں آپ نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے وہ آنیوالی نسلوں کیلئے مشعلِ راہ کا کام دیں گے۔ بالخصوص یہ کارنامہ تو سنہری حروف سے لکھا جائے گا کہ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک کے قلیل عرصہ میں علاقہ سندھ میں جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ کو امیر التبلیغ مقرر فرمایا تھا آپ کے ذریعہ بتوفیق و تائیدِ الٰہی ساٹھ کے قریب نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ میدانِ تبلیغ میں یہ نمایاں کامیابی دراصل اُس تعلق باللہ ہی کا نتیجہ تھی جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیضِ صحبت سے آپ کو حاصل ہوا تھا۔

سلسلہ احمدیہ کے ایسے ممتاز خادم اور ایسے عالم باعمل اور مستجاب الدعوات بزرگ کی رحلت بلاشبہ ایک قومی نقصان ہے۔ ادارہ "انصار اللہ" حضرت مولانا صاحب رض کی وفات پر دلی رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی اہلیہ صاحبہ محترمہ، آپ کے فرزندان اور دختران سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صاحب مرحوم کے جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں خاص مقامِ قرب سے نوازے۔ آپ کے پسماندگان کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو اور جماعت کی نئی پود کو اپنے بزرگ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تعلق باللہ میں ترقی کرنے اور خدماتِ سلسلہ کا نہایت شاندار ریکارڈ قائم کر دکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العٰلمین۔

بچوں کا صفحہ

مسرّت کی راتیں خوشی کے ہیں دِن

آج کل کے دن بہت خوش ہونے اور خوشی منانے کے دن ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۴ر مارچ ۱۹۶۴ء کو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی خلافت پر پچاس سال پورے ہو کر اکیاون واں سال شروع ہو چکا ہے۔ حضور ایدہ اللہ ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔ اس دن سے اگر سال شمار کرنے شروع کریں تو سال بہ سال ایک دو تین اور اس سے آگے ہی آگے گنتی گننے سے ۱۴ر مارچ ۱۹۶۴ء کو ٹھیک پچاس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو بچے ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء سے ۱۴ر مارچ ۱۹۱۵ء تک ایک سال۔ ۱۴ر مارچ ۱۹۱۵ء سے ۱۴ر مارچ ۱۹۱۶ء تک دو سال اور اسی طرح سال بہ سال آگے گنتی گن کر دیکھ لیں۔ اس طرح ۱۴ر مارچ ۶۴ء تک پچاس سال پورے نہ ہوں تو بات رہی۔

پچاس کے عدد میں یوں تو کوئی خاص بات نہیں ہے کہ پچاس سال پورے ہونے پر ہم ضرور خوشی منائیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے متعلق آپ کی ولادت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت دی تھی کہ آپ دراز عمر پائیں گے۔ آپ خلیفہ بنیں گے اور آپ کی خلافت کا زمانہ بہت لمبا ہوگا۔ پھر اپنے زمانۂ خلافت میں آپ بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیں گے۔ اس میں سے ایک ایک بات ہم نے اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھی ہے۔ پچاس سال کے معنی ہیں نصف صدی اتنے لمبے عرصہ تک آپ کی خلافت کا چلتے چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ نے دراز عمر اور عرصۂ خلافت کے لمبا ہونے کی جو بشارت دی تھی وہ پوری ہوتی چلی آ رہی ہے حتیٰ کہ آپ کی خلافت پر پچاس سال پورے ہو کر اکیاون واں سال بھی شروع ہو گیا ہے۔ پس پچاس سال پورے ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ خدائی وعدوں کے پورا ہونے کی وجہ سے ہم خوش ہیں اور ہمیں خوش ہونا بھی چاہیئے۔

لیکن خوشی منانے کے سلسلہ میں ایک بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ کافر اور مومن کی خوشی میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ کافر خوشی مناتا ہے، ڈھول ڈھمکے اور بینڈ باجے بجا کر۔ وہ رنگ رلیاں مناتا اور کھیل تماشے رچاتا ہے۔ مومن جب خوشی مناتا ہے تو ایسی چیزوں کے قریب بھی نہیں جاتا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ باتیں خدا سے دُور لے جانے والی ہیں۔ اُس کا تو خوشی منانے کا طریقہ ہی نرالا ہوتا ہے۔ جب مومن پر خدا تعالیٰ کوئی انعام کرتا ہے تو وہ خوش ہو کر فوراً خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اس کے حضور سجدہ میں گر جاتا ہے۔ اور خوب اس کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے۔ وہ خدا سے دعائیں مانگتا ہے کہ اے خدا تُو نے ہی ہمیں کامیاب کر کے ہمیں خوشی دکھائی ہے۔ آئندہ بھی تو ہمیں پہلے سے بڑھ کر کامیابی عطا کر کے خوشیوں کے دن دکھاتا چلا جا۔

خلافت ثانیہ کے پچاس سال پورے ہو کر اکیاون واں سال شروع ہونے پر آج جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ خوش ہونے اور خوشی منانے کے دن ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم عام دنیا داروں

کی طرح خوشی منائیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا اور زیادہ شکر ادا کریں اور پہلے سے بھی زیادہ اس کی حمد وثنا میں اپنے دن اور رات گزاریں۔ یہی وہ طریق ہے جس سے ہماری راتیں مسرت کی راتیں اور ہمارے دن خوشی کے دن بن سکتے ہیں۔ پس آج کل دن اور رات بچوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت وسلامتی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور حضور کا بابرکت سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور ہمیں اور زیادہ فضلوں اور رحمتوں سے نواز کر خلافتِ ثانیہ کے زمانہ میں ہی اسلام کو پورے طور پر دنیا میں غالب کر دے۔ آمین اللھم آمین۔

شُکرِ باری

(سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام)

بہار آئی ہے اِس وقتِ خزاں میں — لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اِس دلستاں میں — ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں
ہُوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کروں کیونکر ادا میں شکرِ باری — فِدا ہو اُس کی راہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے منّت اُس کی بھاری — چلی اس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بگڑی ہوئی اُس نے بنا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کی طرح خوشی منائیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا اَور زیادہ شکر ادا کریں اور پہلے سے بھی زیادہ اس کی حمد و ثنا میں اپنے دن اور رات گزاریں۔ یہی وہ طریق ہے جس سے ہماری راتیں مسرت کی راتیں اور ہمارے دن خوشی کے دن بن سکتے ہیں پس آج کل دن اور رات بچوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور حضور کا بابرکت سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور ہمیں اَور زیادہ فضلوں اور رحمتوں سے نواز کر خلافتِ ثانیہ کے زمانہ میں ہی اسلام کو پورے طور پر دنیا میں غالب کر دے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

شکرِ باری

(سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں ۔۔۔ لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اس دلستاں میں ۔۔۔ ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں
ہُوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کروں کیونکر ادا میں شکرِ باری ۔۔۔ فدا ہو اُس کی راہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے منّت اُس کی بھاری ۔۔۔ چلی اس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بگڑی ہوئی اُس نے بنا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

هر کامیابی پر خدا کے حضور سجدات شکر بجا لاؤ

اس کے نتیجه میں تمهیں اور کامیابیاں ملیں گی

حضرت مسیح موعود علیه الصلوة والسلام فرماتے هیں -

''میں تمهیں سچ سچ کهتا هوں که سچی خوشحالی اور سچی راحت دنیا اور دنیا کی چیزوں میں هرگز نهیں هے - حقیقت یهی هے که دنیا کے تمام شعبے دیکھ کر بهی انسان سچا اور دائمی سرور حاصل نهیں کر سکتا . . . . ان دنیوی اور عارضی کامیابیوں پر اس قدر خوش مت هو که حقیقی کامیابی سے دور چلے جاؤ بلکه ان کامیابیوں کو خداشناسی کا ایک ذریعه قرار دو - اپنی همت اور کوشش پر ناز مت کرو اور مت سمجھو که یه کامیابی هماری کسی قابلیت اور محنت کا نتیجه هے بلکه یه سوچو که اس رحیم خدا نے جو کبهی کسی کی سچی محنت کو ضائع نهیں کرتا هماری محنت کو بارور کیا - ورنه کیا تم نهیں دیکهتے که صدها طالب علم آئے دن امتحانوں میں فیل هوتے هیں - کیا وه سب کے سب محنت نه کرنے والے اور بالکل غبی اور بلید هی هوتے هیں ؟ نهیں بلکه بعض ایسے ذکی اور هوشیار هوتے هیں که پاس هونے والوں میں سے اکثر کے مقابله میں هوشیار هوتے هیں - اس لئے واجب اور ضروری هے که هر کامیابی پر مومن خداتعالی کے حضور سجدات شکر بجا لائے که اس نے محنت کو اکارت تو نهیں جانے دیا - اس شکر کا نتیجه یه هوگا که خدا تعالی سے محبت بڑھے گی اور ایمان میں ترقی هوگی اور نه صرف یهی بلکه اور بهی کامیابیاں ملیں گی - کیونکه خدا تعالی فرماتا هے که اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو البته میں نعمتوں کو زیاده کرونگا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو عذاب سخت میں گرفتار هو گے ،، -

الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوه میں چھپا -